کیرلا ریڈر
اردو
دسویں جماعت

Kerala Reader
URDU
Standard
X
Vol 1 1/2

GOVERNMENT OF KERALA
DEPARTMENT OF EDUCATION

Prepared by
State Council of Educational Research and Training (SCERT)
Kerala.
2019

قومی ترانہ

جن گن من ادھی نایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اتکل بنگا
وندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اچھل جل دھی ترنگا
تواشبھ نامے جاگے
تواشبھ آشش ماگے
گاہے توا جیا گاتھا
جن گن منگل دایک جئے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جیہ ہے جیہ ہے جیہ ہے
جیہ جیہ جیہ جیہ ہے!

عہد نامہ

ہندوستان میرا وطن ہے۔تمام ہندوستانی میرے بھائی اور بہن ہیں۔میں اپنے ملک سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اس کے متنوع اور بیش بہا ورثے پر فخر ہے۔میں ہمیشہ اس کے شایانِ شان بننے کی کوشش کروں گا۔میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا ادب کروں گا اور ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤں گا۔میں اپنے ملک اور لوگوں سے عقیدت کا عہد کرتا ہوں، ان کی بھلائی اور خوش حالی میں میری خوشی مضمر ہے۔

Prepared by:
State Council of Educational Research & Training (SCERT)
Poojappura, Thiruvananthapuram-12, Kerala
E-mail : scertkerala@gmail.com
©
Government of Kerala
Department of Education
2019

پیارے بچّو، خوش آمدید

دسویں جماعت کی درسی کتاب 'کیرلا اردو ریڈر' آپ کے سامنے ہے۔ یہ آپ کی دلچسپی کو نظر میں رکھ کر تیار کی گئی ہے۔جس میں بہترین کہانیاں، خوب صورت نظمیں، غزلیں، دلکش ڈرامے وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ذریعے آپ دوسروں سے اردو میں گفتگو کرنے،ادب سے لطف اندوز ہونے اور تخلیقی صلاحیت حاصل کرنے کے قابل بن جائیں گے۔ ساتھ ساتھ آپ کو مختلف پیشوں کی جانکاری بھی حاصل ہوگی اور آپ سمجھیں گے کہ ہر بیٹے کی اپنی عظمت ہے۔

نت نئی تبدیلیوں کے زمانے میں ہمارے اسکول ہائی ٹیک بن گئے ہیں۔ اس کے مطابق درسی کتاب اور تعلیمی عمل میں بھی چند تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔

امید ہے کہ کیرلا کے ماحول کے مطابق تیار کی گئی یہ کتاب ایک حد تک آپ کی تعلیمی ضروریات پوری کرے گی اور اس کی مدد سے آپ اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں مہارت حاصل کر سکیں گے۔

ڈاکٹر جے پرساد
ڈائریکٹر
ایس ۔سی ۔ای ۔آر ۔ٹی
کیرلا

فہرست

یونٹ ۱ دل سے دل ملائیں

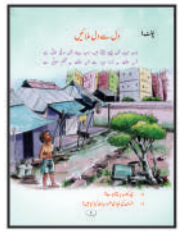

۱)	ستاتی ہے مفلسی	نظم	06
۲)	محنت رنگ لائی	آپ بیتی	10
۳)	کابلی والا	کہانی	14
۴)	غریبوں کا مسیحا	نظم	21

یونٹ ۲ فطرت کا ساتھ دیں

۵)	کاغذ کی کشتی	نظم	25
۶)	یاد آ رہی ہے	بیانیہ	29
۷)	کھجری کے سائے میں	کہانی	32

یونٹ ۳ سونا اُگائیں

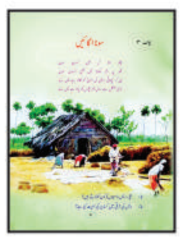

۸)	مٹی کی سوندھی خوشبو	گفتگو	38
۹)	سوا سیر گیہوں	کہانی	42
۱۰)	ہل چلائیں	نظم	50
۱۱)	نہ دھوپ سے پریشان	مضمون	53

Vol 2

یونٹ ۴: تن من بچائیں

یونٹ ۵: ہم ساتھ رہیں

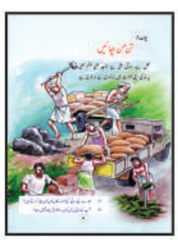

یونٹ ۱

دل سے دل ملائیں

جب جیب میں پیسے بجتے ہیں، جب پیٹ میں روٹی ہوتی ہے
اُس وقت یہ ذرّہ ہیرا ہے، اس وقت یہ شبنم موتی ہے

- بچہ کیوں پریشان ہے؟
- انسان کی بنیادی ضروریات کیا کیا ہیں؟

ستاتی ہے مفلسی

بیٹے! تم یہیں اس دوکان کے پاس رہو، میں اپنا کام پورا کر کے ابھی آئی۔
لکشمی اپنے بیٹے ساجن کو دکان پر چھوڑ کر بازار کی صفائی میں مصروف ہوگئی۔
شہر میں بڑی چہل پہل تھی۔ چاروں طرف شور وغل مچا ہوا تھا۔
ایک طرف بڑے بڑے ہوٹلوں میں آتے جاتے امیر لوگ،
دوسری طرف جھوٹے کھانے کے لیے ترسنے والے بھکاری لوگ۔
بازار کے شمالی حصّے میں ایک پرانی ٹوٹی پھوٹی عمارت
دکھائی دے رہی تھی۔
اس کے قریب کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگا ہوا تھا،
وہاں ایک ننّھا منّا بچہ بھوک سے بلک کر اپنی ماں سے
رو رو کر کھانا مانگ رہا تھا۔
یہ منظر دیکھ کر ساجن کا دل دہل گیا۔
اتنے میں ایک بھکاری گیت گاتے ہوئے وہاں پہنچا۔

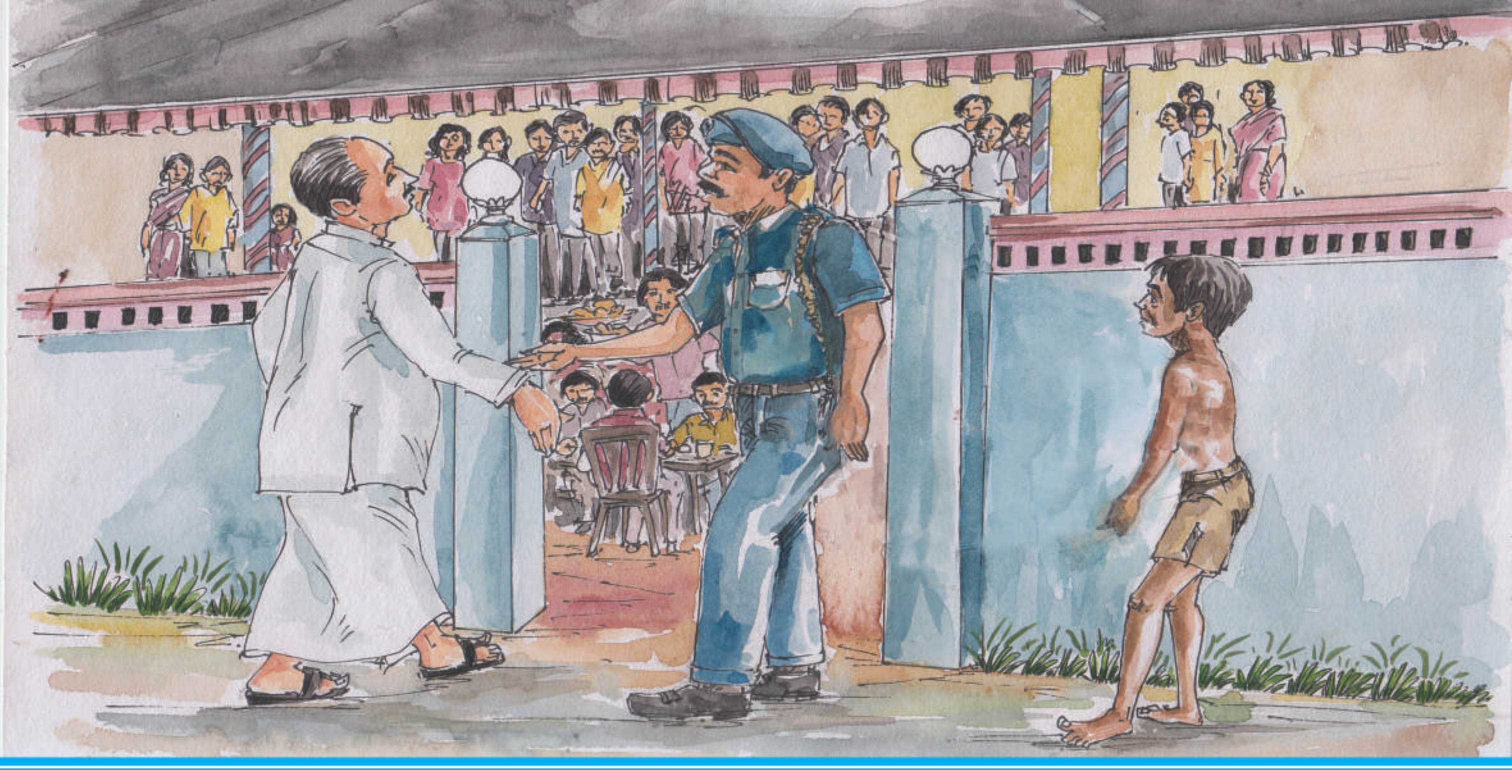

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اُس کو ستاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سُلاتی ہے مفلسی
یہ دُکھ وہ جانے، جس پہ کہ آتی ہے مفلسی
مفلس کی کچھ نظر نہیں رہتی ہے آن پر
دیتا ہے اپنی جاں وہ ایک ایک نان پر
ہر آن ٹوٹ پڑتا ہے روٹی کے خوان پر
جس طرح کتّے لڑتے ہیں ایک استخوان پر
ویسا ہی مفلسوں کو لڑاتی ہے مفلسی

مفلس کا درد، دل میں کوئی ٹھانتا نہیں
مفلس کی بات کو بھی کوئی مانتا نہیں
ذات اور حَسب نَسب کو کوئی جانتا نہیں
صورت بھی اس کی پھر کوئی پہچانتا نہیں
یاں تک نظر سے اس کو گراتی ہے مفلسی

دنیا میں لے کے شاہ سے اے یار تا فقیر
خالق نہ مفلسی میں کسی کو کرے اسیر
اشراف کو بناتی ہے اک آن میں فقیر
کیا کیا میں مفلسی کی خرابی کہوں نظیرؔ
وہ جانے جس کے دل کو جلاتی ہے مفلسی

نظیرؔ اکبرآبادی

نظیرؔ اکبرآبادی

نظیر اکبرآبادی اردو کے مشہور عوامی شاعر تھے۔ وہ ۱۷۴۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام ولی محمد تھا۔ اردو نظم نگاری کا باقاعدہ آغاز ان سے ہوا۔ سماج کے ہر طبقے کے لوگوں سے ان کا تعلق اور میل جول تھا۔ ان کی شاعری میں ہندوستانی تہذیب کی جھلک ملتی ہے۔ برسات، ہولی، دیوالی، آدمی نامہ، بنجارہ نامہ، روٹی نامہ وغیرہ ان کی مشہور نظمیں ہیں۔ وہ نیچرل شاعری کے امام تھے۔ ۱۸۳۰ء میں آگرہ میں ان کا انتقال ہوا۔

پڑھیں لکھیں

☆ بچّو، مفلسی پر لکھی ہوئی یہ نظم ترنّم کے ساتھ مل کر گائیں۔

☆ جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اُس کو ستاتی ہے مفلسی

یہ شعر غور سے پڑھیے۔ اس میں شاعر نے 'مفلسی' کے بارے میں بیان کیا ہے۔
بچّو، اس نظم سے کسی پسندیدہ شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

☆ بھوک، مفلسی، غریبی وغیرہ سماجی مسئلے ہیں۔

سماج میں ان کو نیست و نابود کرنا ہر ایک شہری کا فرض ہے۔ ہمارا ملک بھی اس طرح کے انسان بنائی آفات (Manmade Disaster) سے آزاد نہیں ہے۔

بچّو، اس مسئلہ کو ہم کیسے حل کریں۔ بحث کر کے مختصر نوٹ تیار کیجیے۔

☆ نظم، غزل، رباعی، نعت وغیرہ اردو شاعری کی مختلف اصناف ہیں۔ پسندیدہ کسی ایک صنف پر نوٹ تیار کیجیے۔

☆

علّامہ اقبالؔ

اکبر الہ آبادیؔ

محمد حسین آزادؔ

ان شعرا کو پہچانیے۔ انٹرنیٹ اور گوشہء مطالعہ کی مدد سے کسی ایک شاعر پر معلومات حاصل کر کے نوٹ تیار کیجیے۔

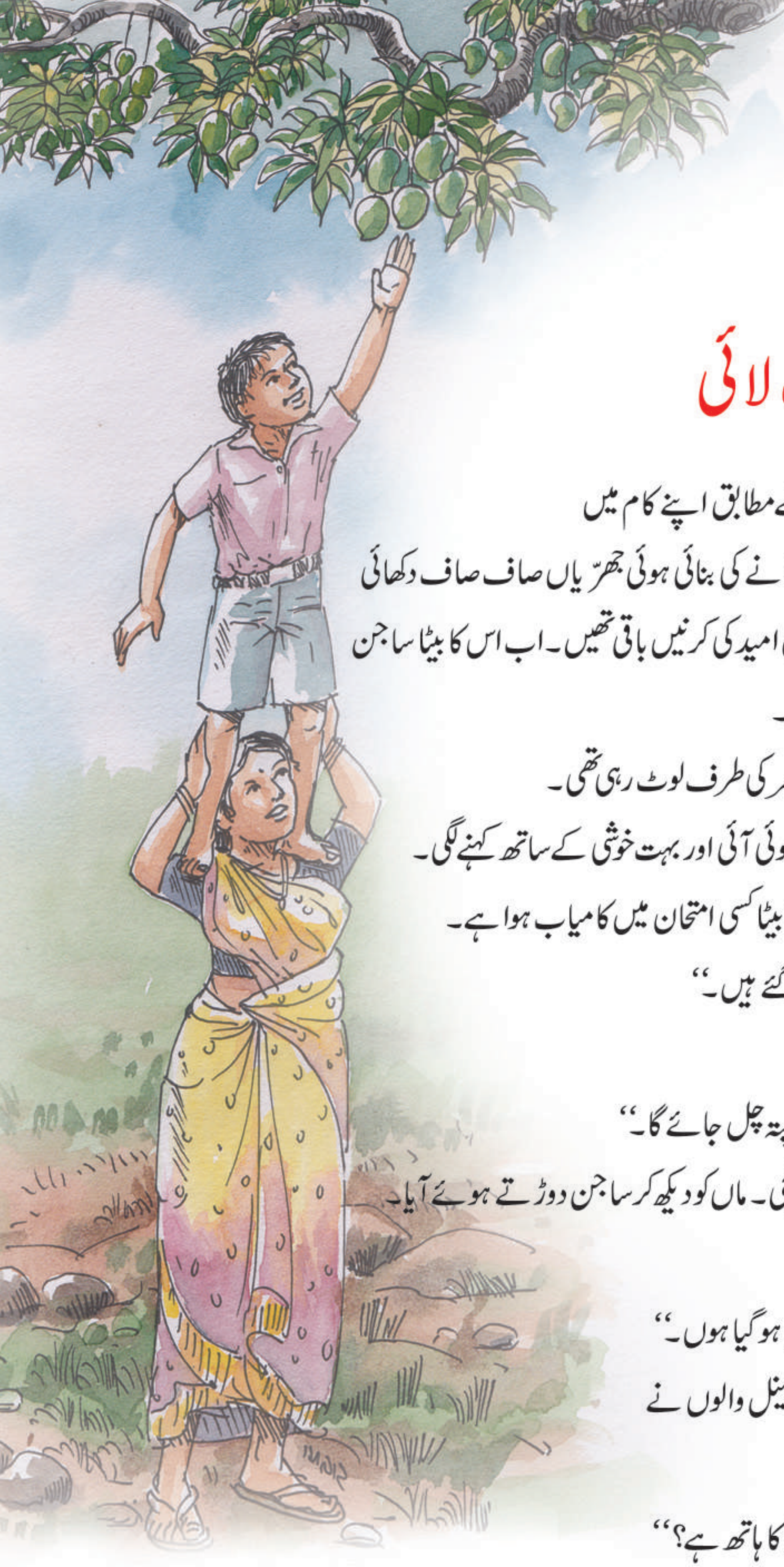

محنت رنگ لائی

زمانہ گزرتا گیا۔ لکشمی معمول کے مطابق اپنے کام میں مصروف ہوتی رہی۔ اس کی پیشانی پر زمانے کی بنائی ہوئی جھرّیاں صاف صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر بھی اس کے دل میں امید کی کرنیں باقی تھیں۔ اب اس کا بیٹا ساجن شہر کے ایک مشہور کالج میں پڑھ رہا ہے۔

ایک دن شام کو لکشمی اپنا کام ختم کر کے گھر کی طرف لوٹ رہی تھی۔ راستے میں اس کی پڑوسن صابرہ دوڑتی ہوئی آئی اور بہت خوشی کے ساتھ کہنے لگی۔

''مبارک ہو لکشمی چاچی! کچھ سنا؟ تمھارا بیٹا کسی امتحان میں کامیاب ہوا ہے۔ گھر میں گاؤں والے اور چینل والے آگئے ہیں۔''

''صابرہ! تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''ہاں لکشمی چاچی، جلدی گھر پہنچو، تب پتہ چل جائے گا۔''

لکشمی خوشی اور گھبراہٹ کے ساتھ گھر پہنچی۔ ماں کو دیکھ کر ساجن دوڑتے ہوئے آیا۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا اور کہنے لگا۔

''امّی میں آئی۔اے۔ایس(IAS) پاس ہو گیا ہوں۔''

دونوں کی آنکھیں بھر آئیں۔ اتنے میں چینل والوں نے ماں بیٹے کو گھیر لیا اور پوچھنے لگے۔

''آپ کی اس عظیم کامیابی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟''

ساجن نے ماں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اخبار والوں نے ساجن سے اور کیا کیا سوالات پوچھے ہوں گے؟

''میری ساری کامیابیوں کی حقدار صرف میری ماں ہے ماں...''

''اچھا! وہ کیسے؟''

''ماں شہر میں دوکانوں کی صفائی کے لیے جایا کرتی تھیں۔
بڑی مشکل سے گھر کے اخراجات اور میری پڑھائی کے لیے روپیہ جمع کرتی تھیں۔
آج میری ماں کی محنت رنگ لائی ہے۔''

اخبار اور چینل والوں نے کئی سوالات کیے۔ لکشمی اپنی کہانی جذباتی انداز میں کہنے لگی۔

میرے شوہر کے انتقال کے وقت ساجن کی عمر آٹھ سال اور مالتی کی عمر پانچ سال کی تھی۔

ہم گاؤں میں کھیت کے کنارے ایک جھونپڑی میں رہا کرتے تھے۔

زندگی گزارنے کے لیے محنت مزدوری کرنی پڑی۔ مختلف گھروں میں کام کرتی اور ساتھ ساتھ دوکانوں اور گلی کوچوں کی صفائی بھی کرتی رہی۔

شام کو گھر لوٹتے وقت دوکانوں سے پرانے اخبار اور رسالے لے آتی جن کو بچے خوشی خوشی پڑھتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو کتب بینی کی عادت پڑ گئی تھی۔

آگے چل کر اس نے مختلف مقابلہ جاتی پروگراموں میں حصّہ لیا اور کئی انعام بھی حاصل کیے۔

ایک دن کا واقعہ ہے جب ساجن اسکول میں پڑھ رہا تھا۔ اس دن شام کو وہ نئے کپڑے پہن کر اسکول سے لوٹ آیا۔

''کیوں بیٹے؟ آج یہ نئے کپڑے کہاں سے ملے؟''

''امّی یہ میرے جگری دوست الطاف نے دیے ہیں۔''

بعد میں پتہ چلا کہ اسکول کے سمینار میں ساجن نے حصّہ لیا تھا۔ الطاف نے اس کو نئے کپڑے لاکر دیے تھے۔ کیوں کہ ساجن کے کپڑے پھٹے پرانے ہو گئے تھے۔ اس وقت میں سوچ رہی تھی کہ میں کتنی بدنصیب ماں ہوں۔ اپنے بیٹے کو نئے کپڑے تک خرید کر نہ دے سکی۔

پڑھیں لکھیں

☆ ''میری ساری کامیابیوں کی حقدار صرف میری ماں ہے ماں..........''

ساجن اخبار والوں سے اپنی ماں کے بارے میں کہنے لگا۔

بچّو، اگر آپ کو ساجن سے ملنے کا موقع ملا تو کیا کیا پوچھیں گے؟ چند سوالات تیار کیجیے۔

☆ لکشمی کہتی ہے کہ میں کتنی بدنصیب ماں ہوں۔اپنے بیٹے کو نئے کپڑے خرید کر نہ دے سکی۔

بچّو' ہمارے اسکول اوراس کے آس پاس بھی ساجن جیسے بچّے ہوں گے۔

ان کی مدد کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اپنے خیالات لکھیے۔

☆ ''میرے شوہر کے انتقال کے وقت ساجن کی عمر آٹھ سال کی تھی اور مالتی کی عمر پانچ سال کی تھی۔''لکشمی اپنی کہانی اخبار والوں کو سنانے لگی۔

بچّو' آپ بھی اپنی زندگی کے اہم واقعات یاد کر کے ایک آپ بیتی تیار کیجیے۔

☆

تہنیتی جلسہ

(ساجن آئی۔اے۔ایس کی کامیابی پر)

۵رفروری ۲۰۱۸ء میں پانچ بجے

لائبرری ہال۔ارناکلم

صدرات	:	کمارن ماسٹر (صدرِ پنچایت)
افتتاح	:	احمد جمال۔ ایم۔ایل۔اے
تہنیتی خطبہ	:	رما دیوی (وارڈ ممبر)
اظہارِ تشکر	:	جوزف (سکرٹری -لائبرری)

تمام احباب سے جلسہ میں شرکت کی درخواست ہے۔

بچّو! پوسٹر غور سے پڑھیے اوراشاروں کی مدد سے ایک اخباری رپورٹ تیار کیجیے۔

اشارے : عنوان،تاریخ،مقام،موضوع، اختصار

کابلی والا

اتوار کا دن تھا۔ لکشمی اپنے دونوں بچّوں کے ساتھ جھونپڑی کے برآمدے میں بیٹھے باتیں کر رہی تھی۔

اس وقت کپڑے بیچنے والا ایک بنجارہ سامنے کے راستے سے گزر رہا تھا۔

میرے لیے ایک جوڑے کپڑے خرید دیجیے امیّ جان۔

ہاں بیٹے! ضرور، وہ میری خواہش ہے۔

بنجارے کو یہاں بلا لیجیے۔

نہیں امیّ جان، بنجارے سے کپڑے نہیں خریدیں گے۔ بھیّا کے لیے ہم بازار سے خریدیں گے۔ یہ بنجارے لوگ زیادہ معتبر نہیں ہوتے۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی! ان کو بھی اپنی روزی روٹی کے لیے کچھ کام کرنا پڑتا ہے۔

یہ کابلی والے کی طرح گھر گھر گھومتا ہے نا؟

وہ لوگ غریب ضرور ہیں مگر دل کے اچھے ہیں۔

میری پانچ برس کی بچّی، جس کا نام منّی ہے۔ گھڑی بھر خاموش نہیں رہتی۔ ایک دن صبح سویرے میں اپنے ناول کا سترہواں باب لکھ رہا تھا، منّی نے آ کر کہا: ''بابو جی! سبودھ (میرا نوکر) کوّے کو کاگ کہتا ہے، وہ کچھ نہیں جانتا'' اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہوں اس نے دوسری بات شروع کر دی: ''دیکھیے بابو جی بھولا کہتا ہے کہ آسمان میں ہاتھی اپنی

سونڈوں سے پانی برساتے ہیں، بھولا ایسی ہی جھوٹی باتیں کرتا ہے" میں نے ہنس کر منّی سے کہا: "منّی تو بھولا کے ساتھ جا کر کھیل، مجھے اس وقت کام کرنا ہے"۔

میرا گھر سڑک کے کنارے ہے۔ ایک دن منّی میرے کمرے میں کھیل رہی تھی، اچانک وہ کھیل چھوڑکر برآمدے میں آئی اورزور زور سے "کابلی والے... او ....کابلی والے..." پکارنے لگی۔

کابلی والے کے کندھے پر میوے کا تھیلا اور ہاتھ میں انگوروں کی پٹاری تھی۔

موٹے موٹے کپڑے کا ڈھیلا ڈھالا کُرتا پہنے، پگڑی باندھے، لمبے ڈیل ڈول کا ایک کابلی والا سڑک پر آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔

منّی کی آواز سن کر، ہنس مکھ کابلی والے نے گھوم کر دیکھا۔

منّی گھبرا گئی اور کابلی والے کو پھاٹک میں اندر آتا دیکھ کر بھاگ گئی۔

اس لیے کہ منّی کی ماں کہا کرتی تھی کہ کابلی والے بچّوں کو تھیلے میں ڈال کر لے جاتے ہیں۔

میں نے منّی کا خوف دور کرنے کے لیے اس کو اندر سے بلایا۔ کابلی والا اپنی جھولی سے کِشمش نکال کر منّی کو دینے لگا۔ منّی کسی طرح لینے پر راضی نہ ہوئی، اس کا شبہ اور بھی بڑھ گیا۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

کابلی والے سے میرا تعارف اس طرح ہوا۔

میں ایک روز کسی ضروری کام سے باہر جا رہا تھا، دروازے پر دیکھا کہ منّی اس کابلی والے سے بڑے مزے سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ بادام اور کِشمش لیے ہوئے تھی۔ میں نے

کابلی والے سے کہا: ''یہ سب کیوں دیا؟ آئندہ مت دینا''۔ یہ کہہ کر میں نے جیب سے اٹھنّی نکال کر کابلی والے کو دی۔ اس نے بلا جھجک اٹھنی لے کر جیب میں ڈال لی۔

جب میں کام سے لوٹ کر گھر آیا تو میں نے دیکھا کہ اس اٹھنی کی وجہ سے گھر میں بڑا شور مچا ہوا ہے۔ منّی کی ماں اس سے ڈانٹ کر پوچھ رہی تھی کہ تو نے اس سے اٹھنی کیوں لی؟ منّی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا: ''میں نے نہیں مانگی، وہ اپنے آپ دے گیا''۔ میں منّی کو لے کر باہر چلا گیا۔

معلوم ہوا کہ وہ روز روز گھر آتا تھا۔ اور پستے بادام دے کر اس نے منّی سے دوستی کر لی تھی۔ کابلی والے کا نام رحمت تھا۔ رحمت اور منّی کی عمر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پھر بھی دونوں ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔ ان دونوں میں کچھ بندھی ٹکی باتیں ہوتی تھیں۔

کابلی والا کہتا: ''منّی سسرال جاؤ گی؟ ''منّی نہیں جانتی تھی کہ سسرال کسے کہتے ہیں؟ لیکن بھلا وہ کب چپ رہنے والی تھی۔ وہ الٹا کابلی والے سے پوچھتی'' تم سسرال جاؤ گے؟'' رحمت گھونسا تان کر کہتا ''میں تو سسرے کو ماروں گا''۔ یہ سنکر منّی خوب ہنستی۔

ہر سال جب جاڑے کا موسم ختم ہونے لگتا، تو رحمت اپنے وطن جانے کی تیاری کرتا اور گھر گھر جا کر اپنا روپیہ وصول کرتا، مگر ایک بار منّی سے ملنے ضرور آتا۔

ایک دن میں اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا، اچانک گلی میں بڑا شور وغل سنائی دیا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا رحمت کو دو سپاہی باندھے لیے جا رہے تھے، پیچھے سے لڑکوں اور راہ گیروں کا مجمع چلا جا رہا تھا۔ رحمت کے کُرتے پر خون کے دھبے تھے اور ایک سپاہی کے ہاتھ میں خون سے بھری چُھری تھی۔ میں بھاگتے ہوئے گیا اور سپاہیوں کو روک کر پوچھا'' کیا بات ہے؟''

معلوم ہوا کہ پڑوس میں ایک چپراسی
نے رحمت سے ایک چادر لی تھی اور
وہ دام دینے سے انکار کرتا تھا'
اس پر جھگڑا ہو گیا اور رحمت
نے غصّے میں چپراسی پر چُھری سے
حملہ کر دیا۔

رحمت اس بے ایمان چپراسی
کو سیکڑوں گالیاں دے رہا تھا۔
اس بیچ میں "کابلی والے..او...کابلی
والے..." پکارتی ہوئی منّی بھی وہاں آ گئی۔
رحمت کا چہرہ دم بھر کے لیے خوشی سے کِھل اُٹھا۔منّی نے آتے ہی اس سے پوچھا
"تم سسرال جاؤ گے؟"

رحمت نے ہنس کر کہا "ہاں وہیں جا رہا ہوں"
اس نے دیکھا کہ اس جواب سے منّی کو ہنسی آ گئی تب اس نے گھونسا دکھا کر کہا
"میں سُسرے کو مارتا ضرور، لیکن کیا کروں میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔
کچھ دنوں کے بعد اس جُرم میں رحمت کو سات سال کی سزا ہو گئی۔
اس واقعے کے بعد کئی دن گزر گئے، منّی کابلی والے کو بھول گئی۔

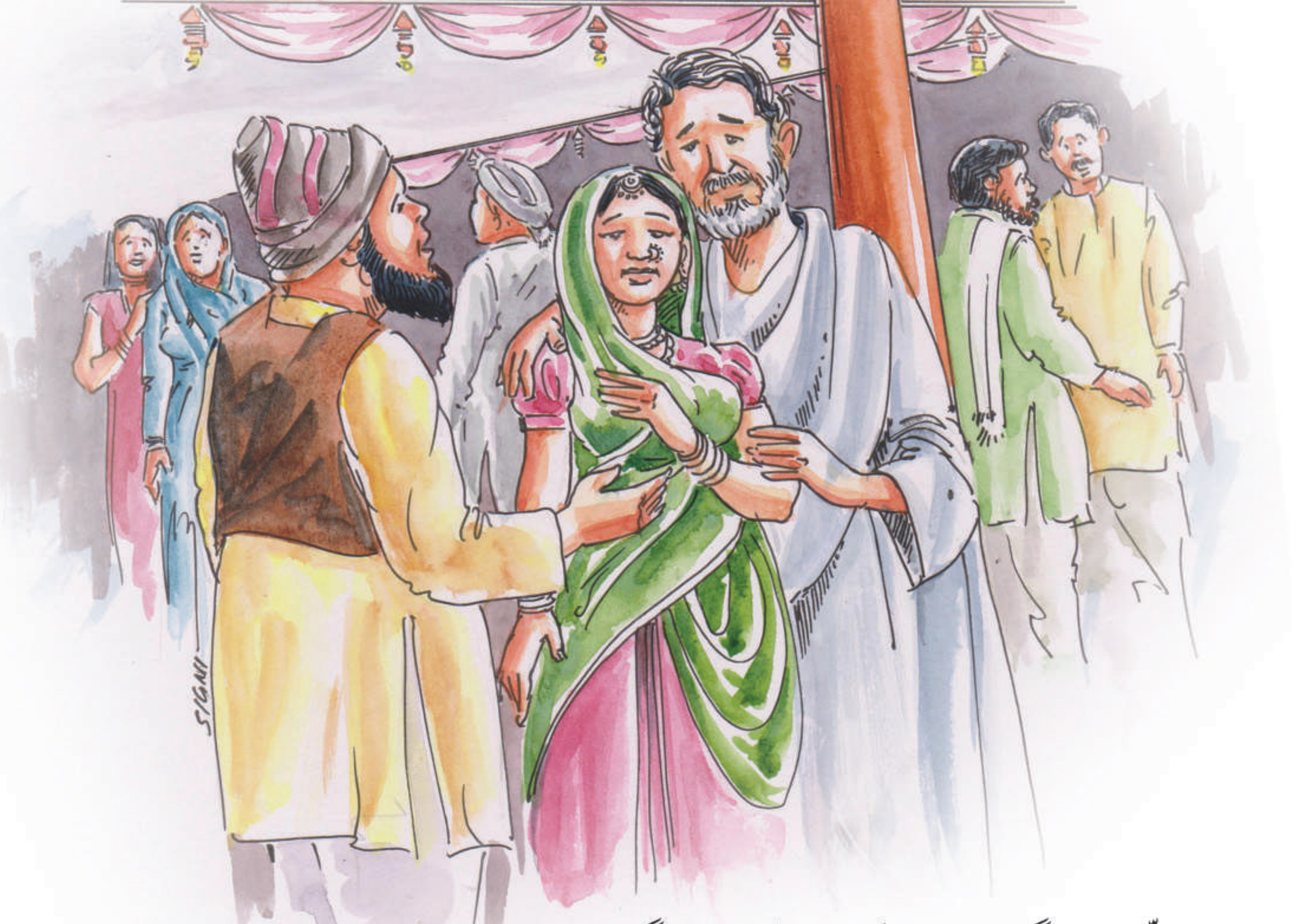

مُنّی بڑی ہوگئی اور پھر اس کی شادی بھی طے ہوگئی۔

آخر کار شادی کی تاریخ آ پہنچی۔ مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔

میں اپنے کمرے میں بیٹھا کچھ کام کر رہا تھا، اچانک اس وقت رحمت وہاں آ گیا۔

پہلے تو میں اس کو پہچان نہ سکا، اس کی ہنسی سے سمجھ گیا کہ یہ رحمت ہے، میں نے پوچھا ''کیوں رحمت کب آئے؟''

''کل ہی شام کو جیل سے چھوٹا ہوں''۔

میں نے کہا ''آج تو میں بہت مصروف ہوں، پھر کبھی آنا''۔

وہ اُداس ہو کر جانے لگا، لیکن پھر ہچکچاتے ہوئے بولا بابو جی! مُنّی کہاں ہے؟

میں نے کہا ''آج گھر میں کام ہے، مُنّی سے بھی ملاقات نہ ہوگی''۔ وہ اُداس ہو گیا۔

''اچھا۔۔ بابو جی سلام''۔ کہہ کر جانے لگا۔

مجھے جیسے دھکّا سا لگا۔ جی چاہا کہ اس کو بلا لوں۔ اتنے میں دیکھا کہ وہ خود ہی واپس آ رہا ہے۔ واپس آ کر اس نے کہا'' یہ کچھ کشمش بادام منّی کے لیے لایا تھا۔ اس کو دے دیجیے''۔

میں نے اس کی قیمت ادا کرنی چاہی۔ تب اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا'' آپ کی مہربانی میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ مجھے قیمت نہ دیجیے، بابو جی! منّی جیسی میری بھی بیٹی ہے، اس لیے میں اس کے لیے میوہ لاتا تھا۔ میں یہاں سودا بیچنے نہیں آتا تھا''۔

اتنا کہہ کر اس نے کُرتے کے اندر سے ایک میلے کاغذ کی پُڑیا نکالی۔ بڑی احتیاط سے پُڑیا کھول کر میرے سامنے رکھ دی۔ اس کاغذ پر ایک چھوٹے سے ہاتھ کا نشان تھا۔ اپنی بیٹی کی اس نشانی کو چھاتی سے لگا کر رحمت اتنی دور سے میوہ بیچنے کلکتہ آیا تھا۔

یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے، میں سب کچھ بھول گیا، بس یہ بات یاد رہ گئی کہ میں بھی باپ ہوں اور وہ بھی باپ ہے۔ میں نے اس وقت منّی کو اندر سے بلایا۔ منّی شادی کے کپڑے اور زیورات پہنے ہوئے آئی، اور شرماتی ہوئی میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔

اس کو دیکھ کر کابلی والا گھبرا سا گیا اور بات بھی نہ کر سکا۔ پھر اس نے ہنس کر کہا ''منّی! تو سُسرال جا رہی ہے؟''

اب منیّ سُسرال کے معنی سمجھنے لگی تھی، اس نے شرما کے سر جھکا لیا۔ رحمت کچھ سوچ کر زمین پر بیٹھ گیا، جیسے اس کو یکا یک احساس ہوا کہ اس کی لڑکی بھی اتنے دنوں میں بڑی ہو گئی ہو گی۔ ان سات برسوں میں اس کا کیا ہوا، کون جانے! وہ اس کی یاد میں کھو گیا۔

رابندر ناتھ ٹیگور

رابندر ناتھ ٹیگور

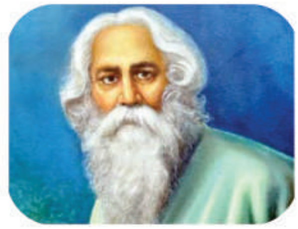

رابندر ناتھ ٹیگور بنگالی زبان کے مشہور شاعر، افسانہ نگار، ناول نگار، مکالمہ نگار اور انشائیہ نگار ہیں۔ وہ ۷؍مئی ۱۸۶۱ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پہلی کتاب صرف ۱۷ برس کی عمر میں شائع ہوئی ۱۹۱۳ء میں ادب کے سلسلے میں نوبل پرائز ملا۔ ہندوستان کا قومی ترانہ 'جنا گنا منا' ان کا شعری مجموعہ 'گیتانجلی' سے لیا ہے۔ ۷؍اگست ۱۹۴۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

پڑھیں لکھیں

☆ کہانی 'کابلی والا' کے اہم کردار کا نام رحمت ہے۔

بچّو، اس کہانی کے اور کردار کون کون ہیں؟ پسندیدہ کردار پر نوٹ لکھیے۔

☆ کہانی 'کابلی والا' آپ کو کیسے لگی ہے؟

بچّو، کہانی کا پسندیدہ حصّہ چن کر مکالمہ تیار کیجیے اور فطری انداز میں رول پلے کے ذریعے پیش کیجیے۔

☆ منّی شادی کے کپڑے اور زیورات پہنے ہوئے آئی۔ اسے دیکھتے ہی رحمت کو یکا یک احساس ہوا کہ اس کی لڑکی بھی اتنے دنوں میں بڑی ہوگئی ہوگی۔ ان سات برسوں میں اس کو کیا ہوا...... بچّو، اس کہانی کو آگے بڑھائیے۔

☆ 'رحمت اور منّی کی عمر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔'

یہ جملہ غور سے پڑھیے اس میں 'زمین آسمان کا فرق ہونا' ایک محاورہ ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی مدد سے چند جملے تیار کیجیے۔

غریبوں کا مسیحا

شام کو گاؤں کے کتب خانے کا سالانہ جلسہ ہونے والا ہے۔

نظم خوانی کے مقابلے میں مالتی بھی شرکت کرنے والی ہے۔ وہ اس کی تیاری کر رہی تھی۔

ساجن بھیّا! تم کہاں ہو؟ تھوڑی دیر میری مدد کرو۔

کیا بات ہے مالتی؟ اتنی پریشان کیوں ہو؟

کیا کہوں بھیّا! آج جلسے میں مجھے ایک نظم پیش کرنی ہے۔

میرے لیے کوئی نظم چن دیجیے نا۔

ہاں ضرور مالتی! مشہور شاعر ندا فاضلی کی ایک خوبصورت نظم ہے۔

تم وہی نظم پیش کرو۔

نظم خوانی کے لیے بہت اچھی ہے۔

ہر دھوپ میں چھاؤں سی	ہر سر پہ دعاؤں سی
روتی ہوئی آنکھوں کی	بھاشا کو جو پڑھتی تھی
انسان کی خاطر جو	بھگوان سے لڑتی تھی
وہ پیاسی زمینوں پر	اتری تھی گھٹاؤں سی
بیماروں کے بستر پر	سوتا تھا خدا اس کا
لاچاروں کے چہروں سے	روتا تھا خدا اس کا
روشن تھی اندھیروں میں	جو ماں کی صداؤں سی
وہ پیاس کے مندر میں	برسات کی مورت تھی
وہ بھوک کی مسجد میں	روٹی کی عبادت تھی
وہ درد کے گرجا میں	انسان کی خدمت تھی

ندا فاضلی

ندا فاضلی

ندافاضلی اردو کا جدید شاعر، ناول نگار اور فلمی گیت کار ہے۔ ان کی پیدائش ۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو دلّی میں ہوئی۔ ان کی شاعری کی زبان عام فہم اور آسان ہے۔کھویا ہوا سال، آنکھ اور خواب کے درمیان، دنیا میرے آگے، دیواروں کے باہر وغیرہ ان کے اہم کارنامے ہیں۔ ۲۰۱۳ء میں انھیں 'پدم شری' ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ ۸/فروری ۲۰۱۶ء کو ممبئی میں ان کا انتقال ہوا۔

پڑھیں لکھیں

☆ بچّو، مدرتریسا پر لکھی ہوئی یہ نظم ترنّم کے ساتھ مل کر گائیں۔

☆ ہر دھوپ میں چھاؤں سی ہر سر پہ دعاؤں سی
روتی ہوئی آنکھوں کی بھاشا کو جو پڑھتی تھی

اس شعر میں ندا فاصلی نے مدرتریسا کی خدمات کو اجاگر کیا ہے۔
بچّو، اسی طرح پسندیدہ شعر چن کر اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

☆ گاندھی جی، بابا آمٹے، نلسن منڈیلا' مدرتریسا وغیروں نے اپنی زندگی بیمار اور لاچاروں کی مدد کے لیے قربان کردیں۔ بچّو' ہمارے آس پاس بھی اس طرح کے کئی لوگ ہیں۔
ان کے لیے ہم کیا کیا خدمات انجام دے سکتے ہیں۔گروہ چرچا کر کے نوٹ تیار کیجیے۔

☆ فلمی گیت سب لوگ گاتے ہیں۔ندا فاضلی، مجروح سلطان پوری، ساحر لدھیانوی، جاوید اختر، سمیر وغیرہ مشہور فلمی گیت کار ہیں۔
بچّو، انٹرنیٹ کی مدد سے چند اور فلمی گیت کاروں کے نام اور ان کے فلمی گیت جمع کر کے 'میرا گلشن' میں لکھیے۔

یونٹ۔۲

فطرت کا ساتھ دیں

مٹی سے بیل بوٹے کیا خوش نما اگائے
پہنا کے سبز خلعت ان کو جواں بنایا

- اگر یہاں پیڑ نہیں ہوتے تو کیا ہوتا؟
- فطرت کو ہم کیسے بچا سکتے ہیں؟

کاغذ کی کشتی

صبح کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔

ظفر علی صبح سویرے جاگ اٹھا۔

آج بیس سال کے بعد وہ اپنے بیٹے عرفان کے ساتھ اپنا پرانا گاؤں دیکھنے جا رہا تھا۔

عرفان کو بھی ابّا جان کا پرانا گاؤں دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔

بیگم سے الوداع کہہ کر دونوں روانہ ہوئے۔

شہر سے نکل کر گاڑی گاؤں کی طرف چل رہی تھی۔

سڑک کی دونوں طرف بڑے بڑے پیڑ دکھائی دے رہے تھے۔ دور دور تک پھیلے ہوئے کھیت۔ کھیت میں ہرے بھرے دھان کے پودے، پانی سے بھرے ندی نالے، ندی نالوں میں مچھلی پکڑنے اور کھیلنے کودنے والے بچّے۔ یہ دیکھ کر ظفر علی کو اپنے بچپن کا زمانہ یاد آیا۔

واہ! کیا خوب زمانہ تھا۔ وہ بارش کا پانی.......وہ کاغذ کی کشتی....

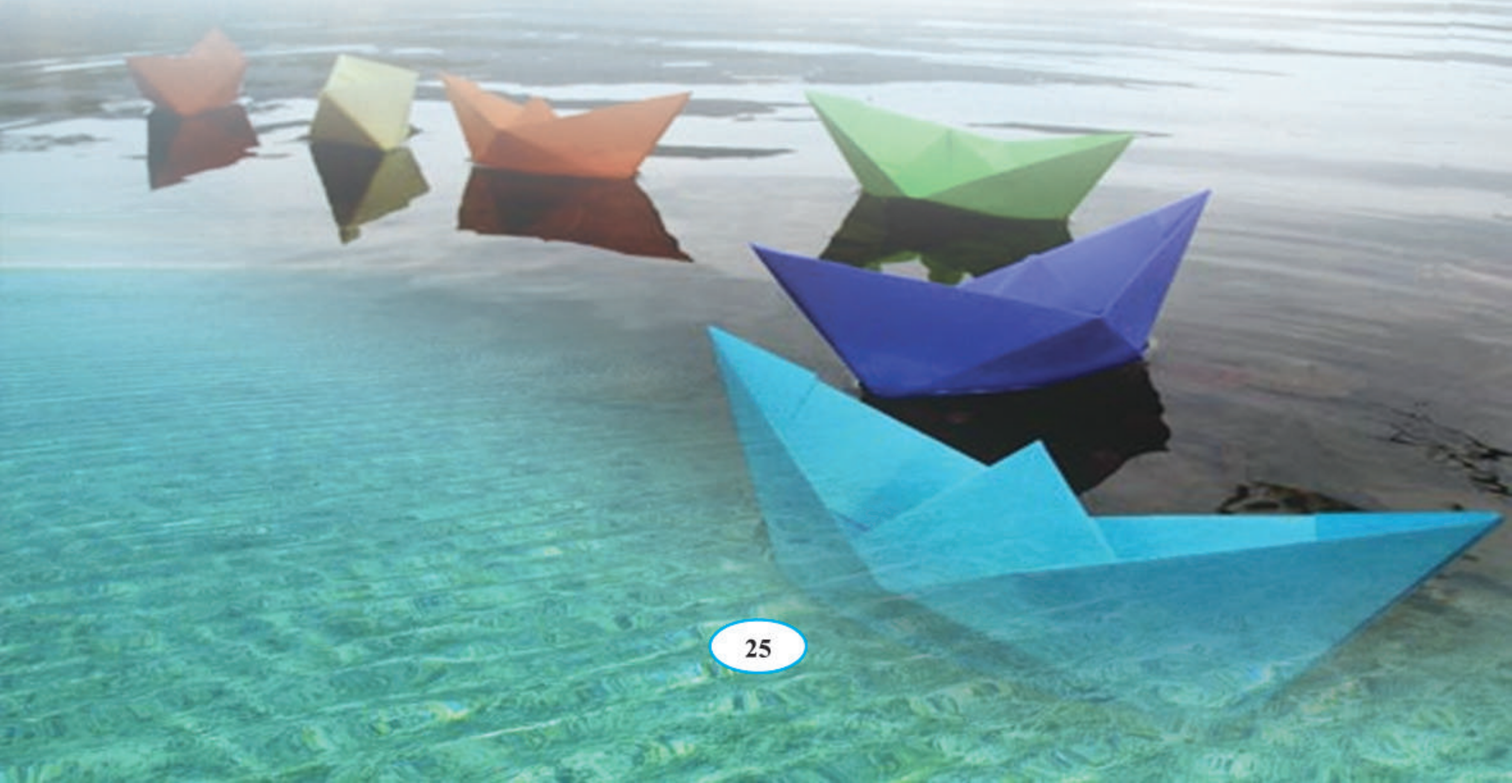

یہ دولت بھی لے لو یہ شہرت بھی لے لو
بھلے چھین لو مجھ سے میری جوانی
مگر مجھ کو لوٹا دو بچپن کا ساون
وہ کاغذ کی کشتی وہ بارش کا پانی

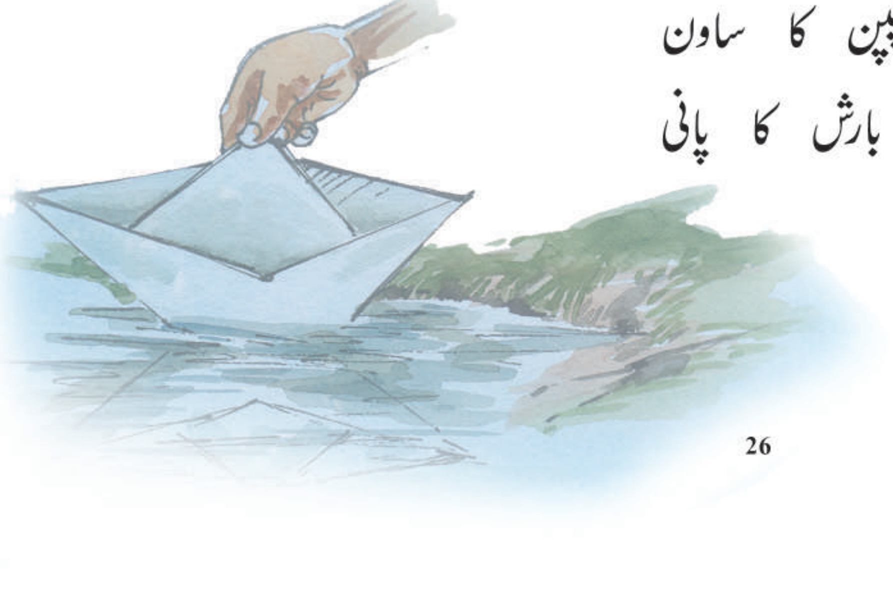

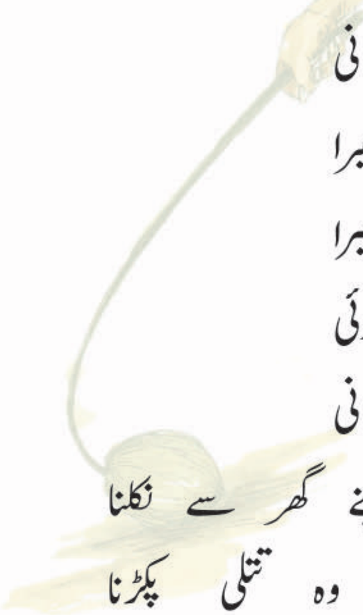

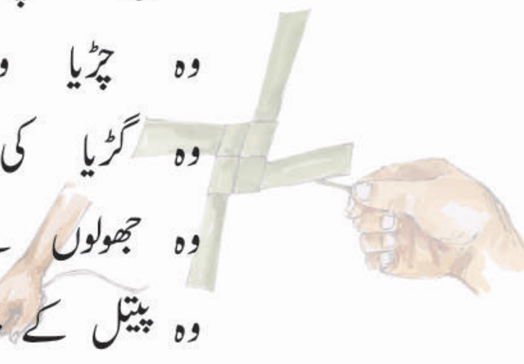

محلّے کی سب سے نشانی پرانی
وہ بڑھیا جسے بچّے کہتے تھے نانی
وہ نانی کی باتوں میں پریوں کا ڈھیرا
وہ چہرے کی جھریوں میں صدیوں کا پھیرا
بُھلائے نہیں بھول سکتا ہے کوئی
وہ چھوٹی سی راتیں وہ لمبی کہانی

کھڑی دھوپ میں اپنے گھر سے نکلنا
وہ چڑیا وہ بلبل وہ تتلی پکڑنا
وہ گڑیا کی شادی میں لڑنا جھگڑنا
وہ جھولوں سے گرنا وہ گر کے سنبھلنا
وہ پیتل کے چھلّوں کے پیارے سے تحفے
وہ ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کی نشانی

کبھی ریت کے اونچے ٹیلوں پہ جانا
گھروندے بنانا بنا کے مٹانا
وہ معصوم چاہت کی تصویر اپنی
وہ خوابوں کھلونوں کی جاگیر اپنی
نہ دنیا کا غم تھا نہ رشتوں کا بندھن
بڑی خوبصورت تھی وہ زندگانی

سدرشن فاخر

سُدرشن فاخر (۱۹۳۴۔۲۰۰۸)

سدرشن فاخر فروز پور (پنجاب) میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے غزل، گیت اور نظمیں لکھی ہیں۔ ان کی غزلوں اور گیتوں کو بیگم اختر اور جگ جیت سنگھ نے اپنی سریلی آواز دے کر عوام میں مقبول بنا دیا ہے۔ 'ہم سب بھارتی ہیں' ان کا ایک اور مشہور گیت ہے جو NCC گیت کے طور پر سارے ہندوستان میں گایا جاتا ہے۔ ۱۸ر فروری ۲۰۰۸ء کو جالندھر میں ان کا انتقال ہوا۔

پڑھیں لکھیں

☆ بچّو، یہ سدرشن فاخر کا مشہور گیت ہے۔ کئی گلوکاروں نے اس گیت کو آواز دی ہے۔
آیئے ہم بھی یہ گیت مل کر گائیں۔

☆ نہ دنیا کا غم تھا نہ رشتوں کا بندھن
بڑی خوبصورت تھی وہ زندگانی

اس شعر میں شاعر بچپن کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ شاعر نے بچپن کے بارے میں اور کیا کیا بیان کیا ہے۔ گیت کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

☆ نظم 'کاغذ کی کشتی' میں شاعر نے بچپن کی خوبصورتی کو دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔
بچپن کا زمانہ آپ کو کیسا لگتا ہے؟
بچّو، اپنے بچپن کے بارے میں لکھیے۔

☆ اس گیت کو مشہور موسیقاروں نے ہندوستانی راگ میں ترتیب دیا ہے۔
بچّو، ہندوستانی سنگیت میں کن کن موسیقی آلات کا استعمال ہوتا ہے۔ فہرست تیار کیجیے۔

یاد آ رہی ہے

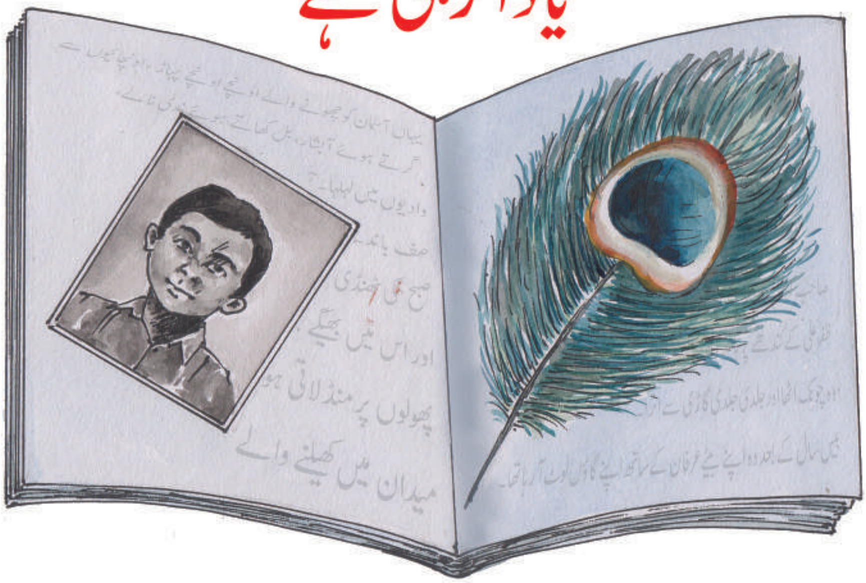

صاحب ! آپ کی منزل آ گئی ہے، کیا آپ یہاں نہیں اتریں گے؟

ظفر علی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کنڈکٹر نے جگانے کی کوشش کی۔

وہ چونک اٹھا اور جلدی جلدی گاڑی سے اترا۔

بیس سال کے بعد وہ اپنے بیٹے عرفان کے ساتھ اپنے گاؤں لوٹ رہا تھا۔

عرفان کو بھی اپنے ابّا جان کا گاؤں دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔

اب اس گاؤں کا منظر بالکل بدل چکا تھا۔

مٹی کے کچے راستے اب پکّی سڑکوں میں بدل گئے ہیں۔

چھوٹی چھوٹی دکانوں کی جگہ اب عالی شان عمارتیں نظر آ رہی ہیں۔

ہر جگہ بھیڑ بھاڑ، سڑکوں کے دونوں طرف کوڑے کرکٹ کے انبار سے آلودگی پھیلی ہوئی تھی۔

گاؤں کی بدلی ہوئی صورت دیکھ کر ظفر علی حیران رہ گیا۔

ابّا جان! کیا یہ وہی گاؤں ہے جس کا ذکر آپ ہمیشہ کیا کرتے تھے؟

گاؤں کی بدلی ہوئی صورت دیکھ کر ظفر علی کیوں حیران ہو گیا؟

عرفان کے سوال پر ظفر علی کچھ نہ کہہ سکا۔

نہیں بیٹے بیس سال پہلے میرے گاؤں کا منظر یہ نہیں تھا۔

یہاں آسمان کو چھونے والے اونچے اونچے پہاڑ، اونچائیوں سے گرتے ہوئے آبشار، بل کھاتے ہوئے ندی نالے، وادیوں میں لہلہاتے ہوئے کھیت، صف باندھے کھڑے ناریل کے پیڑ اور صبح کی ٹھنڈی فضا میں چھایا ہوا کُہرا اور اس میں بھیگے ہوئے پیڑ پودے، پھولوں پر منڈلاتی ہوئی خوبصورت تتلیاں، میدان میں کھیلنے والے بچّے' یہ سب اب بھی میرے دل کو بہلا رہے ہیں۔اس گاؤں نے مجھے پالا پوسا اور بڑا کیا۔

میری ہر سانس میں یہاں کی آب و ہوا رچی بسی ہے۔

لیکن یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ نئی نسل ندی نالوں میں نہانے کا مزہ کیا جانیں؟ آج کل ندی نالے کچرا ڈالنے کی جگہ بن گئے ہیں۔

پڑھیں لکھیں

☆ بیس سال کے بعد ظفر علی کے گاؤں کا منظر بالکل بدل چکا تھا۔
مٹی کے راستے اب پکّی سڑکوں میں بدل چکے ہیں۔
بچّو، آپ کے گاؤں یا شہر میں بھی کئی تبدیلیاں آئی ہوں گی۔ وہ کیا کیا ہیں؟
آپ کے گاؤں یا شہر کی موجودہ حالات پر نوٹ لکھیے۔

☆ انسان جنگل برباد کرتے ہیں، پہاڑ توڑتے ہیں۔
کھیت میں مٹی بھر کے بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہیں۔
بچّو، اسی طرح فطرت کو بگاڑنے کی وجہ سے آج کل ہمیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟
موجودہ حالات کی روشنی میں اپنے خیالات لکھیے۔

☆ آسمان کو چھونے والے اونچے اونچے پہاڑ، وادیوں میں لہلہاتے ہوئے کھیت اور میدان میں کھیلنے والے بچّے، یہ سب گاؤں کی خوبصورتی بڑھاتے ہیں۔
یہ عبارت غور سے پڑھیے۔ اس میں اونچے اونچے، لہلہاتے، کھیلنے والے جیسے الفاظ پہاڑ، کھیت اور بچّے وغیرہ کی خصوصیات بتا دیتے ہیں۔ ان الفاظ کو صفت کہتے ہیں۔
بچّو! اس سبق میں اس طرح کے اور بھی چند الفاظ آئے ہیں۔ ڈھونڈ نکالیے۔

☆ آسمان کو چھونے والے اونچے پہاڑ، اونچائیوں سے گرتے ہوئے آبشار، بل کھاتے ہوئے ندی نالے، وادیوں میں لہلہاتے ہوئے کھیت! کیا خوشنما لگتا ہے۔ ظفر علی اپنے پرانے گاؤں کے بارے میں کیا خوب بیان کیا ہے۔ بچّو! خدا نے زمین اور آسمان کو کن کن چیزوں سے سجایا ہے۔ کسی پسندیدہ ایک پر منظر کشی تیار کیجیے۔

کھجری کے سائے میں

سڑک کے کنارے ظفر علی اپنے بیٹے عرفان کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔
وہ چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہا تھا کہ کوئی پرانا چہرہ یا جان پہچان والا مل جائے۔
دیکھیے' ابّا جان وہاں ایک آدمی کچھ کر رہا ہے۔
ٹھیک ہے بیٹے، ہم پاس جا کر دیکھیں۔
دونوں اس آدمی کے پاس پہنچے۔ ظفر علی کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہو گیا
اور مسکرا کر پوچھنے لگا۔ جی آپ کون ہیں؟
میں ظفر علی ہوں! یوسف خان کا بیٹا، یہ میرا بیٹا عرفان ہے۔
بیس سال پہلے میں یہاں رہتا تھا۔
ارے دوست! میں گوپال ہوں، کرشن کا بیٹا۔ تم مجھے بھول گئے کیا؟
دونوں گلے ملے اور پاس کے چائے خانے میں
بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔
ارے گوپال! آپ ادھر کیا کر رہے ہیں؟
یہاں تھوڑا کام ہے۔ یہ کھیت اور باغ ہمارا ہے۔
باغ میں کھجری کا پودا لگا رہا تھا۔
کھجری کا پودا!!
ہاں دوست' کھجری کا پودا۔ جس کی کہانی بہت مشہور ہے۔
یہ اکثر ریگستان میں پایا جاتا ہے۔
ظفر علی کے اصرار پر گوپال کھجری کی کہانی سنانے لگا۔

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک بار جودھپور کے راجا نے اپنے شاہی محل کو اور خوبصورت بنانے کا فیصلہ کیا۔

جس کے لیے اچھے اچھے قیمتی پیڑوں کی ضرورت تھی۔

راجا نے اعلان کیا کہ جلد ہی جلد اچھی اور انمول لکڑیاں جمع کی جائیں۔

حکم پاتے ہی سپاہی لوگوں نے گاؤں کے کونے کونے میں گھوڑے دوڑائے۔

آخر سپاہیوں نے خبر دی کہ کھجری گاؤں میں ایسے انمول اور اچھے اچھے پیڑ بہت ہیں۔

سپاہی لوگ پیڑ کاٹنے اور لکڑیاں جمع کرنے کے لیے کھجری گاؤں کی طرف نکلے۔

گاؤں پہنچ کر وہ پیڑ کاٹنے لگے۔

جب کلہاڑیاں پڑنے لگیں تو سارے چرند پرند گھبرا گئے
اور پیڑوں کو کٹتے دیکھ کر چڑیاں ادھرادھر اڑنے لگیں۔
گھونسلے سے ان کے بچّے اور انڈے بھی نیچے گرنے لگے۔
اتنے میں گاؤں کی بڑھیا امرتا دیوی بھاگ آئی
اور پیڑوں کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
اے بھگوان! اب ہم کیا کریں؟ کہاں جائیں؟۔
انھیں پیڑ پودوں کی وجہ سے ہمارا
یہ گاؤں زندہ ہے۔
ان پیڑوں کے بغیر ہم کیسے جئیں گے؟
اور کہاں جائیں گے؟
امرتا دیوی چیخنے لگی کہ نکل جاؤ یہاں سے ... یہ تم کیا کر رہے ہو؟
یہ دیکھ کر سپاہی بڑھیا کے پاس آئے
اور گرج کر بولے۔
اری بڑھیا! دور ہوجاؤ یہاں سے۔ یہ راجا کا حکم ہے!
روکنے والوں کو ہم تلوار کا نشانہ بنا دیں گے۔
سپاہیوں پر بڑھیا کے آنسوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔
امرتا دیوی کو تلوار کا نشانہ بنا دیا۔

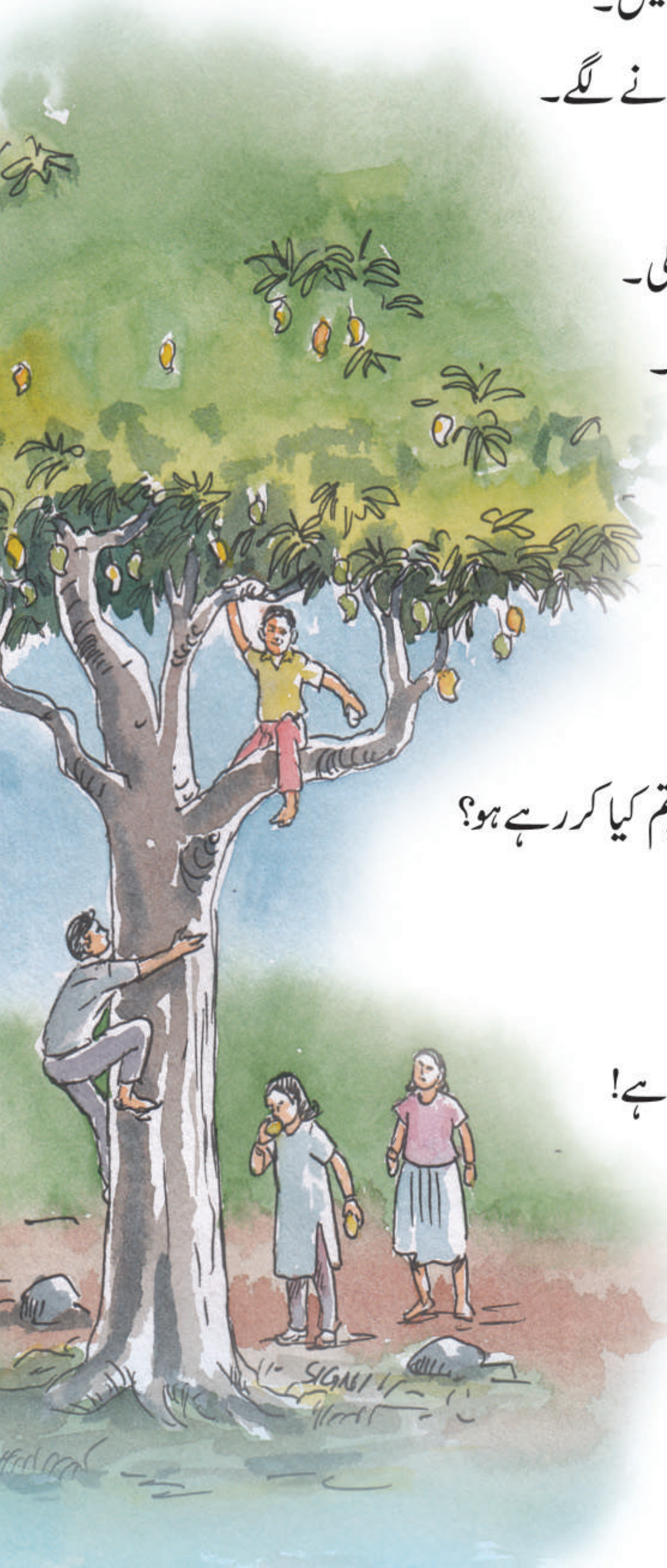

خبر پا کر امرتا دیوی کی لڑکیاں بھی وہاں پہنچیں۔
مگر ان کو بھی سزا بھگتنی پڑی۔
اتنے میں یہ خبر سارے ملک میں پھیل گئی۔
گاؤں گاؤں سے لڑکیاں اور عورتیں نکل آئیں۔
پیڑ بچانے کے لیے تمام عورتیں اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔
یہ دیکھ کر سپاہی لوگ گھبرا گئے۔ وہ ہتھیار چھوڑ کر محل کی طرف بھاگ نکلے۔
آخر مجبور ہو کر دربار سے یہ اعلان ہوا کہ کھجری گاؤں کے پیڑ کوئی نہ کاٹیں۔
پیڑوں کی حفاظت کی جائے۔
کھجری گاؤں کا حیاتیاتی نظام آج بھی زندہ ہے۔

پڑھیں لکھیں

☆ کھجری کا پیڑ کاٹنے کی خبر سن کر گاؤں کی بڑھیا امرتا دیوی بھاگ کر آئی اور پیڑوں کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اے بھگواں! اب ہم کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ انھیں پیڑوں کی وجہ سے ہمارا گاؤں زندہ ہے۔
بچّو! امرتا دیوی ایسا کیوں کہتی ہے؟ اپنے خیالات پیش کیجیے۔

☆ کہانی کھجری کے سائے میں آپ نے پڑھی ہے نا؟
بچّو، اس میں کئی کردار ہیں۔ کسی ایک کردار پر نوٹ تیار کیجیے۔

☆ راجا کے سپاہیوں پر بڑھیا کی آنسوؤں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کو تلوار کا نشانہ بنا دیا۔
یہ خبر پا کر سارے گاؤں والوں نے پیڑ کاٹنے کے خلاف ایک جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا۔
بچّو، جلوس کے لیے چند نعرے تیار کیجیے۔

☆ 'کھجری گاؤں کا حیاتیاتی نظام آج بھی زندہ ہے'۔ جنگل کی بربادی، آلودگی، غیر سائنسی شہرکاری وغیرہ انسان بنائی آفات (Manmade Disaster) ہے۔ یہ ہمارے حیاتیاتی نظام کو بگاڑتی ہیں۔
بچّو، اپنے علاقے کے حیاتیاتی نظام کی حفاظت کے لیے ہم کیا کیا کر سکتے ہیں؟
اس موضوع پر ایک سیمنار نوٹ تیار کیجیے۔

یونٹ ۳

سونا اگائیں

چلو مانا کہ میں کسان ہوں
مجھ پہ رحم کھاؤ میں بھی انسان ہوں
چیر کر چھاتی زمین کی اناج کو نکالا ہے میں نے
بڑی مشکل سے سال بھر بچّوں کو پالا ہے میں نے

- بچّو، دیس واسیوں کو کون کھلاتے ہیں؟
- دیس کی ترقی میں کسان کی اہمیت کیا ہے؟

مٹی کی سوندھی خوشبو

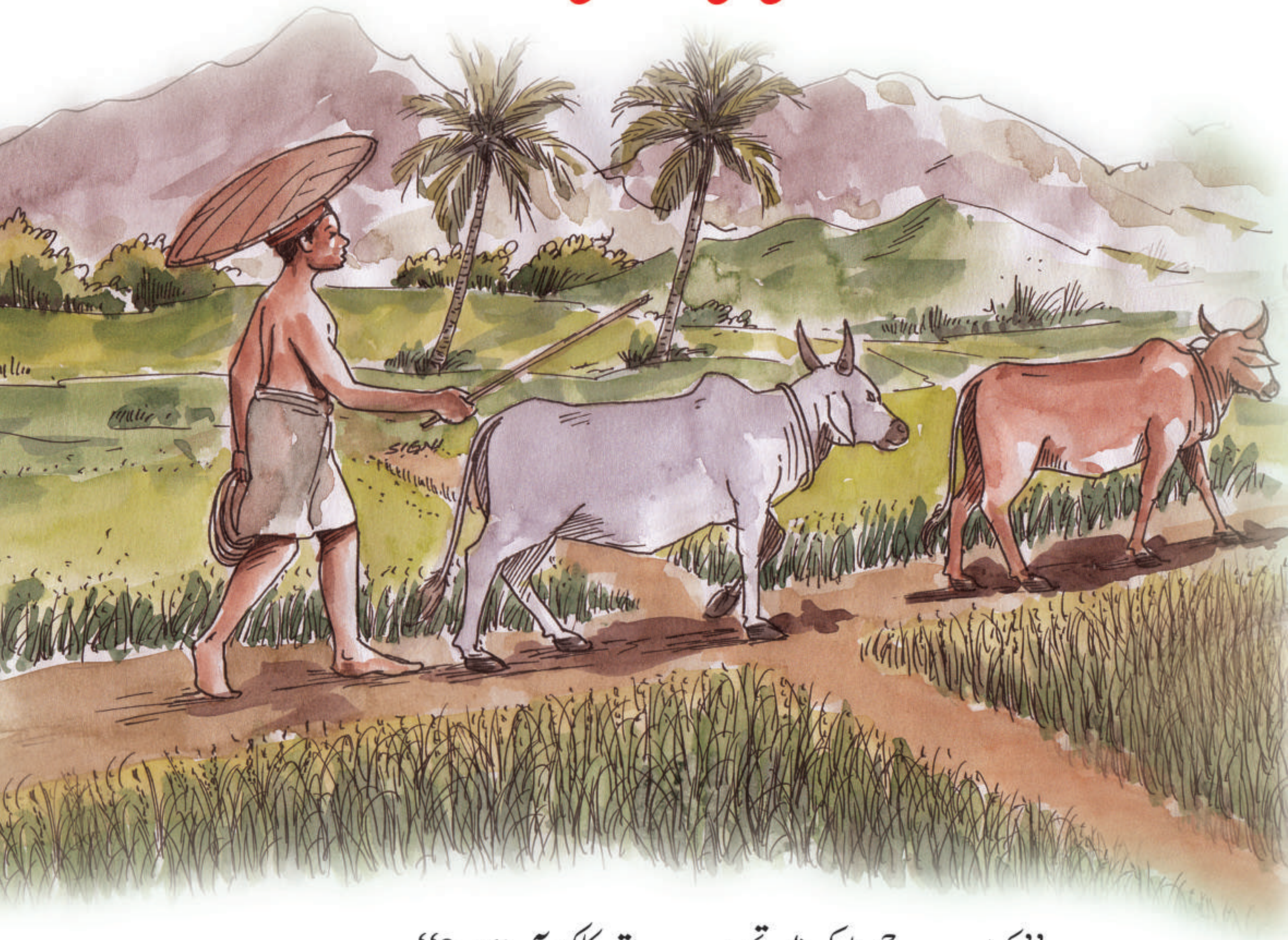

''کیا یہ سب چھوڑ کر میں تمھارے ساتھ کلکتہ آ جاؤں؟''

گووندا اپنے بیٹے روی شنکر کے ساتھ کلکتہ نہ جانے کا بہانہ ڈھونڈتا رہا۔

''تین چار ایکڑ زمین یہاں کے مویشی وغیرہ کا کیا کروں؟ انھیں چھوڑ کر تمھارے ساتھ آنا میرے لیے مشکل ہے''۔

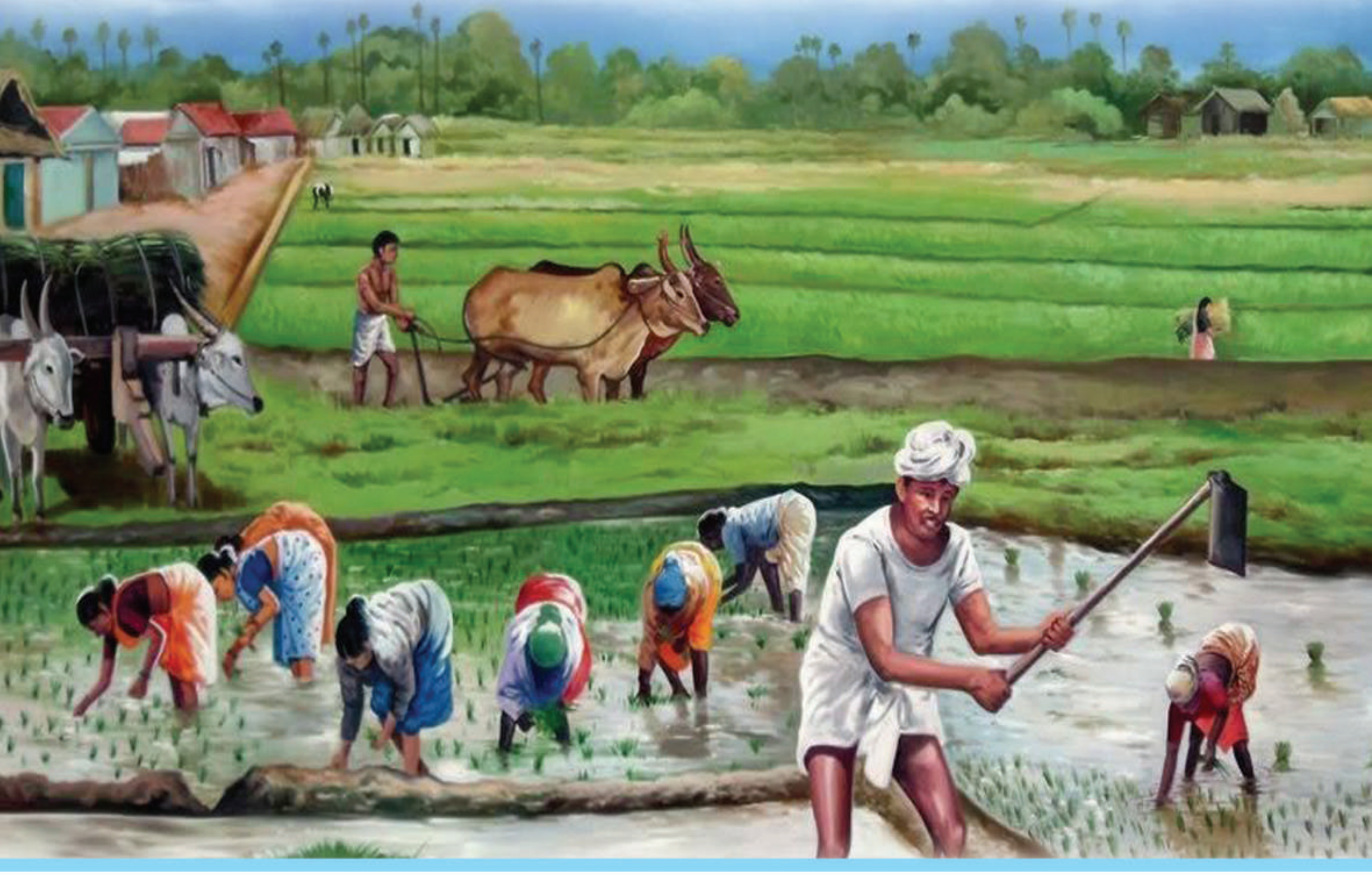

اتنا کہہ کر گووند اپنا پھاوڑا لے کر کھیت کی طرف روانہ ہوا۔

روی شنکر ابّا جان کو دیکھتا رہا اور سوچنے لگا۔

’ابّا جان تو ٹھیک کہتے ہیں۔

انھوں نے اپنی پوری زندگی کاشت کاری کے لیے ہی وقف کر دی ہے۔

اس عمر میں بھی وہ خوب محنت کرتے ہیں۔

یہاں کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں، مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو کلکتہ کے فلیٹ میں کہاں ملے گی؟‘

☆ یہاں کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں، مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو کلکتہ کے فلیٹ میں کہاں ملے گی؟
بچّو! روی شنکر ایسا کیوں سوچتا ہے؟ بتائیے۔

بیٹی انجلی کی بڑی خواہش تھی کہ داداجان کو بھی اپنے ساتھ کلکتہ لے جائیں۔روی شنکر نے انجلی کو بلایا اور کہا۔

''بیٹی! دادا جان ہمارے ساتھ آنا نہیں چاہتے،تم خود جا کر اُن سے بات کرلو۔ وہ کھیت میں ہوں گے۔''

کھیت کا نظارہ انجلی کو بہت پسند آیا۔اس نے دیکھا دادا جان اپنے ننگے ہاتھوں سے گوبر کی کھاد پودوں کو دے رہے ہیں۔

دادا جان! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اب آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔

''میں تو ادھر آرام ہی کر رہا ہوں بیٹی! یہاں کی آب و ہوا اور سکون کہاں ملے گا؟''

''ٹھیک ہے دادا جان! پھر بھی اس بڑھاپے میں آپ کو تنہا چھوڑ کر ہم کیسے جائیں گے؟''

'' میں تنہا کہاں ہوں بٹیا؟ میرے ساتھ گائے، بکریاں، پیڑ پودے سب ہیں۔کیا تم نے مجھے بوڑھا سمجھ رکھا ہے؟ میں اب بھی تندرست ہوں۔ میں نے ابھی تک نہ کسی ڈاکٹر سے علاج کروایا اور نہ ہی کوئی دوالی۔''

گوبر سے لدے ہوئے مختلف ترکاریوں کے بیج کو گووند اپنی تھیلی سے نکال نکال کر الگ کر رہا ہے۔

> ☆ گووند کہتا ہے ''میں ابھی تندرست ہوں۔ میں نے ابھی تک نہ کسی ڈاکٹر سے علاج کروایا اور نہ ہی کوئی دوالی۔'' بچّو! ان کی تندرستی کی وجوہات کیا کیا ہوں گی؟ بتایئے۔

انجلی دادا جان کی حرکتیں غور سے دیکھ رہی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو بیٹی؟ کچھ تو کہو نا؟''

کچھ نہیں دادا جان ! مجھے آپ وہی کسان معلوم ہو رہے ہیں جو میں نے پریم چند کی کہانی میں پڑھا تھا۔

پڑھیں لکھیں

☆ کھانے کے لیے کھیتی کرنا ضروری ہے۔کھیتی کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔
بچّو، دیس کی ترقی میں کسان اور کھیتی باڑی کیا اہمیت رکھتے ہیں؟
ایک نوٹ تیار کیجیے۔

☆ گوونداایک محنتی کسان ہے۔ وہ بڑھاپے میں بھی کھیتی باڑی کرکے ہمیں کھلاتا ہے۔
بچّو، اگر آپ کو ان سے ملنے کا موقع ملا تو کیا کیا سوالات کریں گے؟
چند سوالات تیار کیجیے۔

☆ گووند کہتا ہے کہ میں تو ادھر آرام ہی کر رہا ہوں بیٹی! یہاں کی آب و ہوا اور سکون کہاں ملے گا؟
بچّو! گووند ایسا کیوں کہتا ہے؟ آپ کے خیال میں گاؤں کی خصوصیات کیا کیا ہیں۔
گاؤں کی ایک منظر کشی تیار کیجیے۔

☆ گووند گوبر سے لدے ہوئے مختلف ترکاریوں کے بیج اپنی تھیلی سے نکال کر الگ کر رہا ہے۔
بچّو، کھیتی کے لیے ہم کیا کیا بیج استعمال کرتے ہیں؟ اس کی فہرست تیار کیجیے
اور کسی دھان یا ترکاری کی کھیتی کرنے کا کوئی ایک طریقہ بیان کیجیے۔

سوا سیر گیہوں

کسی گاؤں میں شنکر نامی ایک کسان رہتا تھا۔ سیدھا سادا غریب آدمی تھا۔ کھانا ملا تو کھا لیا نہ ملا تو پانی لیا اور راما کا نام لے کر سو رہا۔ مگر جب کوئی مہمان خصوصاً جب کوئی سادھو مہاتما آ جاتے تو خود بھوکا سو سکتا تھا مگر سادھو کو کیسے بھوکا سلاتا؟

ایک روز شام کو ایک مہاتما نے آ کر اس کے دروازے پر ڈیرا جما دیا۔ بڑی فکر ہوئی کہ مہاتما جی کو کیا کھلاؤں؟ آخر طے کیا کہ کہیں سے گیہوں کا آٹا ادھار لاؤں۔ خوش قسمتی سے گاؤں کے پروہت جی کے یہاں تھوڑے سے گیہوں مل گئے۔ ان سے سوا سیر گیہوں ادھار لیے اور بیوی سے کہا کہ پیس دے۔

(چھٹانک، سیر، پنسیری، من وغیرہ پرانے زمانے کے اناج تولنے کے ناپ ہیں)

مہا تمانے کھا یا۔ لمبی تا ن لے کر سوئے اور صبح آشیر واد دے کر اپنا راستہ لیا۔

پروہت جی سال میں دو بار کھلیانی لیا کرتے تھے۔ شنکر نے دل میں کہا کہ سوا سیر گیہوں کیا لوٹا ؤں۔ جب وہ پر وہت جی پہنچے تو انھیں ڈیڑ ھ پنسیر ی کے قریب گیہوں دے دیے اور اپنے کو سبکد وش سمجھ کر اس کا کوئی تذکرہ نہ کیا۔ پروہت جی نے بھی پھر کبھی نہ مانگا۔

سات سال گزر گئے۔ پروہت جی برہمن سے مہاجن ہوئے۔ شنکر کسان سے مزدور ہو گیا۔ ایک دن شنکر مزدوری کر کے لو ٹا تو راستہ میں پر وہت جی نے ٹوک کر کہا۔ شنکر ، کل آ کے اپنے بیج بینک کا حساب کر لے۔ تیرے یہاں ساڑھے پانچ من گیہوں کب سے باقی پڑے ہیں اور تو دینے کا نام نہیں لیتا۔

کیا ہضم کرنے کا ارادہ ہے؟"۔

شنکر نے تعجب سے کہا"میں نے تم سے کب گیہوں لیے تھے کہ ساڑھے پانچ من ہو گئے؟ تم بھو لتے ہو، میرے یہاں نہ کسی چھٹا نک بھرا ناج ہے، نہ ایک پیسہ ادھار"۔

"میں نے اتنا انا ج نہیں دیا، مگر کئی با رکھلیانی میں سیر سیر، دودوسیر دے دیا ہے۔ اب آپ آج ساڑھے پانچ من مانگتے ہو، میں کہاں سے دوں گا؟"

پروہت : "تم نے جو کچھ دیا ہوگا، کھلیانی میں دیا ہوگا، اس کا کوئی حساب نہیں"۔

شنکر : "پانڈ ے، کیوں ایک غریب کو ستاتے ہو میر ے کھانے کا ٹھکا نا نہیں، اتنا

گیہوں کسی کے گھر تو دو گے''۔

پروہت: ''جس کے گھر سے چاہے لاؤ، میں چھٹانک بھر بھی نہ چھوڑوں گا۔ یہاں نہ دوگے، بھگوان کے گھر تو دو گے''۔

شنکر کانپ اٹھا۔ بولا ''مہاراج تمہارا جتنا ہوگا یہیں دوں گا۔ ایشور کے یہاں کیوں دوں؟ اسی گھڑی تقاضا کر کے لیا ہوتا تو آج میرے اوپر بڑا بوجھ کیوں پڑتا؟ میں تو دے دوں گا، لیکن تمھیں بھگوان کے یہاں جواب دینا پڑے گا''؟

پروہت: ''وہاں کا ڈر تمھیں ہوگا۔ مجھے کیوں ہونے لگا۔ وہاں تو سب اپنے ہی بھائی بند ہیں۔

شنکر: ''میرے پاس دھرا تو ہے نہیں، کسی سے مانگ جانچ کر لاؤں گا تبھی دوں گا۔''

پروہت: ''میں نہ مانوں گا۔ سات سال ہو گئے۔ اب ایک کا بھی ملاحظہ نہ کروں گا۔ گیہوں نہیں دے سکتے تو دستاویز لکھ دو۔

شنکر: ''مجھے تو دینا ہے۔ چاہے گیہوں لے لو۔ چاہے دستاویز لکھاؤ کس حساب سے دام رکھو گے؟''

حساب لگایا گیا تو گیہوں کی قیمت ساٹھ روپیہ بنی۔ ساٹھ کا دستاویز لکھا گیا۔ تین روپیہ سیکڑہ سود۔

سال کے آخر تک اس کے پاس ساٹھ روپے جمع ہو گئے۔ اس نے روپے لیے اور

لے جا کر پنڈت جی کے قدموں پر رکھ دیے۔

پنڈت جی نے متعجب ہو کر پوچھا۔ ''کسی سے ادھار لیا کیا؟''

''شنکر''۔ نہیں مہاراج! آپ کی اسیس سے اب کی مجوری اچھی ملی''۔

پنڈت جی، ''لیکن یہ تو ساٹھ ہی ہیں''۔

شنکر: ''ہاں مہاراج! اتنے ابھی لے لیجیے۔ باقی دو تین مہینے میں دے دوں گا۔''

پنڈت: ''اگر میرے پورے روپے نہ ملیں گے تو آج سے ساڑے تین روپے سیکڑہ کا بیاج چلے گا۔''

شنکر: ''اچھا، جتنا لایا ہوں، اتنا رکھ لیجیے۔ میں جاتا ہوں، کہیں سے پندرہ اور لانے کی فکر کرتا ہوں۔''

شنکر نے سارا گاؤں چھان مارا مگر کسی نے روپے نہ دیے۔

عمل کے بعد ردِعمل کا قدرتی قاعدہ ہے۔شنکر سال بھرتک تپسیا کرنے پر بھی جب قرض بے باق کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو اس کی احتیاط مایوسی کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ اس کی ہمت پست ہوگئی محنت سے نفرت ہوگئی۔ امید ہی حوصلہ کو پیدا کرنے والی ہے۔ امید میں رونق ہے، طاقت ہے، زندگی ہے،شنکر مایوس ہوکر بے پروا ہوگیا۔ اسے اب روپے ادا کرنے کی کوئی فکر نہ تھی۔

اس طرح تین سال گزر گئے۔ پنڈت جی مہاراج نے ایک بار بھی تقاضا نہ کیا۔

ایک روز پنڈ ت جی نے شنکر کو بلایا۔ حساب دکھایا۔ ساٹھ روپے جمع تھے وہ منہا کرنے پر بھی اب شنکر کے ذمے ایک سو بیس روپے نکلے۔

''اتنے روپے تو اُسی جنم میں دوں گا۔ اس جنم میں نہیں ہوسکتا؟''

پنڈ ت : ''میں اسی جنم میں لوں گا۔ اصل نہ سہی سود تو دینا ہی پڑے گا''۔

شنکر: ''ایک بیل ہے وہ لے لیجیے۔ ایک جھونپڑی ہے، وہ لے لیجیے''اور میرے پاس رکھا کیا ہے؟''۔

پنڈت: ''مجھے بیل بدھیا لے کرکیا کرنا ہے۔ مجھے دینے کو تمہارے پاس بہت کچھ ہے''۔

شنکر: ''اورکیا ہے مہاراج''۔

پنڈت: ''کچھ نہیں ہے،تم تو ہو؟ آخرتم بھی کہیں مزدوری کرنے ہی جاتے ہو۔ مجھے

بھی کھیتی کرنے کے لیے ایک مزدور رکھنا ہی پڑتا ہے۔ سود میں تم ہمارے یہاں کام کیا کرو۔

شنکر: ''مہاراج! سود میں تو کام کروں گا اور کھاؤں گا کیا؟''۔

پنڈت: ''تمہاری گھر والی ہے، لڑکے ہیں۔ کیا وہ ہاتھ پیر کٹا بیٹھیں گے، تمہیں آدھ سیر جو روز چربن کے لیے دے دیا کروں گا۔

اوڑھنے کے لیے سال میں کمبل پا جاؤ گے۔

شنکر نے کچھ دیر تک گہرے سوچ میں پڑے رہنے کے بعد کہا۔ ''مہاراج! یہ تو جنم بھر کی گلامی ہوئی؟۔

پنڈت: ''غلامی سمجھو، چاہے مجوری سمجھو۔ میں اپنے روپے بھرائے بنا تمھیں نہ چھوڑوں گا۔تم بھاگو گے تو تمھارا لڑکا۔ ہاں جب کوئی نہ رہے گا تب کی بات دوسری ہے''۔

شنکر نے پنڈت جی کے یہاں بیس برس تک غلامی کرنے کے بعد اس غم کدے سے رحلت کی۔ پنڈت جی نے اس غریب کو ایشور کے دربار میں تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ پس انھوں نے اس کے جوان بیٹے کی گردن پکڑی۔ آج تک وہ پنڈت جی کے یہاں کام کرتا ہے۔ اس کا ادھار کب ادا ہوگا، ہوگا بھی یا نہیں، ایشور ہی جانے۔

پریم چند

منشی پریم چند (۱۸۸۰-۱۹۳۶)

اردو کے مشہور افسانہ اور ناول نگار منشی پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے ہے۔ وہ ۳۱/جولائی ۱۸۸۰ء کو پانڈے پور ضلع بنارس کے قریب لمہی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم فارسی میں ہوئی۔ آپ کو بچپن ہی سے کہانیاں پڑھنے کا شوق تھا۔ یہی شوق افسانہ لکھنے کا باعث بنا۔ انھوں نے اردو اور ہندی زبانوں میں کئی افسانے اور ناول لکھے ہیں۔ گؤدان، نرملا، غبن، میدانِ عمل وغیرہ ان کے مشہور ناول ہیں۔ کفن، دو بیل، منتر، گلی ڈنڈا، پوس کی رات وغیرہ ان کے مشہور افسانے ہیں۔ 'پریم پچیسی، پریم بتیسی وغیرہ ان کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ ان کے افسانے اور ناولوں میں ہندوستان کی دیہاتی زندگی کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔

NT-569-2-URDU-10 Vol-1

پڑھیں لکھیں

☆ کہانی 'سواسیر گیہوں' میں شنکر کئی طرح کے مسائل سے گزرتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں شنکر جیسے کسانوں کے مسائل کیا کیا ہیں؟

بچّو، کسانوں کے مسائل پر نوٹ لکھیے۔

☆ 'سواسیر گیہوں' میں پنڈت جی شنکر کو بیس برس تک غلامی میں رکھتا ہے اور بال بچّے کو بھی نہیں چھوڑتا۔

بچّو، اس نا انصافی پر آپ کی رائے کیا ہے؟ اپنے خیالات لکھیے۔

☆ 'سواسیر گیہوں' پریم چند کی ایک خوبصورت کہانی ہے۔ شنکر اس کہانی کا اہم کردار ہے۔

بچّو، اس کہانی کے دوسرے کرداروں کے نام لکھیے اور پسندیدہ کردار پر نوٹ لکھیے۔

☆ کہانی 'سواسیر گیہوں' آپ کو کیسے لگی؟

بچّو، اس کہانی میں آپ کا پسندیدہ حصّہ کون سا ہے؟ مکالمہ تیار کرکے رول پلے کے ذریعہ پیش کیجیے۔

☆ دیگر سرگرمی

قرۃ العین حیدرؒ

راجیندر سنگھ بیدی

علی عباس حسینی

بچّو، یہ سب اردو کے مشہور افسانہ نگار ہیں۔ انٹرنیٹ کی مدد سے معلومات حاصل کرکے کسی ایک پر نوٹ تیار کیجیے۔

ہل چلائیں

گنگناتے ہوئے روی شنکر کھیت کی طرف آ رہا تھا۔

''کیوں رُک گئے ابّو! پورا سنائیے''۔

''اشعار تو پورے یاد نہیں انجلی بیٹی! تمھارے دادا جان نے برسوں پہلے ہمیں سنایا تھا۔

یہ ان کا پسندیدہ گیت بھی تھا''۔

انجلی کے اصرار پر دادا جان اپنی میٹھی آواز میں گیت گانے لگے۔

انجلی اور ابّا نے ساتھ دیا۔

فضا ویران ہے گرمی کی شدّت ہے زمانے میں
مگر مصروف ہیں بیچارے دہقان ہل چلانے میں
دلِ مجروح میں امیّد کی تابانیوں والے
کڑکتی دھوپ میں تپتی ہوئی پیشانیوں والے
یہی دہقاں چلاتے ہیں جو ہل بنجر زمینوں میں
چراغِ آرزو سے دل ہے روشن ان کے سینوں میں
یہ وہ انسان ہے دامانِ مشقت جو پلتے ہیں
جہاں سوتا ہے اور یہ آبیاری کو نکلتے ہیں
برستے بادلوں میں کھیتیاں جب لہلہاتی ہیں
تو ان کی آرزوئیں جھومتی ہیں مسکراتی ہیں
فضا ویران ہے گرمی کی شدّت ہے زمانے میں
مگر مصروف ہیں بیچارے دہقان ہل چلانے میں

احسان دانش

احسان دانش کاندھلہ گاؤں میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ وہ اردو کے مشہور شاعر تھے۔ تعلیم کے بعد وہ مزدوری کر کے اپنا گزر بسر کیا کرتے تھے۔ ان کی شاعری فطرت اور ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ خود مزدور تھے۔ اس وجہ سے مزدور اور کمزور لوگوں کے درد کو محسوس کرتے تھے۔ دردِ زندگی، نفیر فطرت، ابلاغ دانش وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۲۲/ مارچ ۱۹۸۲ء میں انتقال ہوئے۔

پڑھیں لکھیں

☆ کسانوں پر لکھی گئی یہ نظم ہم مل کر ترنّم سے گائیں۔

☆ فضا ویران ہے گرمی کی شدّت ہے زمانے میں
مگر مصروف ہیں بیچارے دہقان ہل چلانے میں
دلِ مجروح میں امیّد کی تابانیوں والے
کڑکتی دھوپ میں تپتی ہوئی پیشانیوں والے

اس میں شاعر کسانوں کی محنت اور ان کے مسائل کے بارے میں بیان کرتا ہے۔
بچّو، نظم ترنّم سے پڑھیے اور پسندیدہ شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

☆ کھیت سے چڑیا دانہ پاتی کھیت سے گائے چارا پاتی
کھیت سے جیون نیّا چلتی کھیت سے ساری دنیا پلتی

بچّو، کھیت سے متعلقہ مصرعے غور سے پڑھیے اور اسی تال میں چند مصرعہ تیار کیجیے۔

☆

پروین شاکر

جوش ملیح آبادی

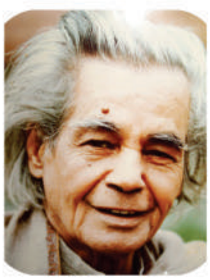
علی سردار جعفری

بچّو، ان کو پہچانیے' انٹرنیٹ اور گوشہء مطالعہ کی مدد سے ان شعراء کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور ان کے اشعار ڈھونڈ نکالیں۔

نہ دھوپ سے پریشان

پلک جھپکتے ہی چھٹیاں گزر گئیں۔

اب انجلی اور اس کے ماں باپ کو کلکتہ لوٹنے کا وقت آ گیا۔

جاتے وقت انجلی کے ہاتھ میں ایک پرانی کتاب دے کر دادا جان نے کہا۔

''بیٹی انجلی! یہ میرا تحفہ ہے، اسے ضرور پڑھنا۔''

''ٹھیک ہے دادا جان!

ہماری ٹیچر نے بھی کہا تھا کہ اس بار چھٹیوں میں کوئی پسندیدہ کتاب پڑھ کر اس پر نوٹ تیار کر کے لائیں۔''

سفر کے دوران ریل گاڑی میں انجلی نے کتاب کھول کر ایک ایک صفحہ پر نظر ڈالی تو اس کو دادا جان کا وہی گاؤں اور وہی کھیت دکھائی دینے لگا۔

اے شہر کے عالی شان محلوں میں رہنے والو!

تمھیں نہیں معلوم کہ دیہات کے رہنے والے دنیا کا کیا لطف اٹھاتے ہیں۔ تمھیں خبر بھی نہیں ہوتی آفتاب کب نکلا اور کب غروب ہوا۔ ہوا کس طرف سے چلی اور کیا بہار دکھا گئی۔ مگر غریب دیہات والے ان امور کا ہر وقت اندازہ کرتے رہتے ہیں۔ ہر صبح انھیں ایک نیا لطف دیتی ہے اور ہر شام سے انھیں ایک نئی راحت نصیب ہوتی ہے۔ان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ جھونپڑیوں سے باہر نکلے آسمان کو دیکھے جس میں تارے جھلملا رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ لمبے لمبے ہلوں کو کاندھے پر رکھ کر کھیت کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

یہ لوگ اپنی محنت آسان کرنے کے لیے نہایت میٹھی آواز میں کچھ گاتے ہیں اور ان کی آواز کھلے میدان میں گونج گونج کر ایک نئی کیفیت پیدا کرتی جاتی ہے۔

نہ محنت انھیں تھکاتی ہے نہ مشقت انھیں ماندہ کرتی ہے۔ نہ دھوپ سے پریشان ہوتے ہیں نہ کام کرنے سے اکتاتے ہیں۔ گاؤں والوں کی کفایت شعاری کی زندگی صفائی اور اطمینان سے گزرتی ہے۔ اتفاق ان کی قوت ہے اور باہمی ہمدردی ان کا ہتھیار ہے۔

بے شک وہ ساری دنیا کے لیے محنت کرتے ہیں اور ان سے زیادہ نوعِ انسان کا دوست دنیا بھر میں نہ ملے گا۔

(عبدالحلیم شررؔ)

عبدالحلیم شرؔر

شرؔر ۱۸۶۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ناول نگاری میں انھوں نے خصوصی شہرت حاصل کی۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر مضامین بھی لکھے۔شرؔر کے مضامین کے مجموعے آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ایامِ عرب، فردوس برین، ملک العزیز ور جینا وغیرہ ان کے مشہور ناول ہیں۔انھوں نے ۱۹۲۶ء میں انتقال کیا۔

پڑھیں لکھیں

☆ کسان لوگ اپنے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لیے محنت کرتے ہیں۔
نہ محنت انھیں تھکاتی ہے نہ مشقت انھیں ماندہ کرتی ہے۔
بچّو، کسان کی محنت اور ملک میں ان کی اہمیت پر ایک نوٹ لکھیے۔

☆ شہر میں عالی شان محل اور بڑے بڑے کارخانے ہوتے ہیں۔
شہر ترقی کا نشان ہے۔محنت کش گاؤں والے تازہ دم اٹھ بیٹھتے ہیں۔
اطمینان اور اتفاق کی زندگی گزارتے ہیں۔

بچّو، اوپر دیے گئے جملے غور سے پڑھیے اور ان کی روشنی میں شہر اور گاؤں کی زندگی کا تجزیہ کر کے ایک نوٹ لکھیے۔

☆ بچّو، عبارت غور سے پڑھیے اور مادری زبان میں ترجمہ کیجیے۔

یہ لوگ اپنی محنت آسان کرنے کے لیے نہایت میٹھی آواز میں کچھ گاتے ہیں اور ان کی آواز کھلے میدان میں گونج گونج کر ایک نئی کیفیت پیدا کرتی جاتی ہے۔ نہ محنت انھیں تھکاتی ہے نہ مشقت انھیں ماندہ کرتی ہے۔ نہ دھوپ سے پریشان ہوتے ہیں نہ کام کرنے سے اکتاتے ہیں۔

☆

مولوی عبدالحق

ابوالکلام آزاد

سر سیّد احمد خان

بچّو، انھیں پہچانیے۔ یہ اردو کے مشہور مضمون نگار ہیں۔ انٹرنیٹ اور گوشۂ مطالعہ کی مدد سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے نوٹ لکھیے۔

فرہنگ

اتفاق سے: By chance, യാദൃശ്ചികമായി

اٹل : Immovable അചഞ്ചലം

اٹھنی : آٹھ آنے എട്ടണ

احتیاط : Care ശ്രദ്ധ

اخراجات: Expences, ചെലവുകൾ

ادارہ : Institution, സ്ഥാപനം

ادھار لانا: قرض لینا debt,

اسباب : Luggage

استخوان : ہڈی کا ٹکڑا, Bone

اسیس : Blessing ആശീർവാദം

اشیا : چیزیں، Goods,

اصرار کرنا: To compel, നിർബന്ധിക്കുക

اعضائے بدن: Organs, ശരീരഭാഗങ്ങൾ

انبار : Heep, കൂമ്പാരം

انتخاب : Selection, തെരഞ്ഞെടുക്കൽ

انجانے میں: Unexpectedly, യാദൃശ്ചികമായി

انکار کرنا : Refuse, നിരസിക്കുക

اوڑھنا : Wrap clothപുതക്കുക

اُبھر آنا : Rise, പൊങ്ങിവരിക

آبیاری : Fertile, ഫലഭൂയിഷ്ടമായ

آستان : Residence, വാസസ്ഥലം

آسرا : Protection, ആശ്രയം

آن : گھڑی، Time, സമയം

آوارگی : wandering, അലച്ചിൽ

باقاعدہ : Systematic, വ്യവസ്ഥാപിതം

بانہوں میں باہنا ڈالنا: Shoulder to Shoulder

بخشش : عنایت، Bounty, ഔദാര്യം

برادران : Brothers

بل کھانا : Twist, വളഞ്ഞുതിരിയുക

بلا وجہ : بے سبب، Without reason,

بلکنا : Weep bitterly, തേങ്ങിക്കരയുക

بنجر زمین: തരിശ് ഭൂമി

بندھی ٹکی باتیں: അടക്കിപിടിച്ച്സംസാരിക്കുക

بوٹا : വള്ളി

بہلانا : Entertain, ആശ്വസിപ്പിക്കുക

بھیڑ بھاڑ: Rush, തിക്കും തിരക്കും

بھیگا : Wet, നനഞ്ഞുകുതിർന്ന

بیاج : Compound Interest

بے باق : قرض سے سبکدوش

بے چھلے : Unscratched, ചെത്താത്തത്

بلا جھجک : നിസ്സങ്കോചം

پٹاری : انگور کی ٹوکری

پڑیا : Packet പൊതി

پکّی سڑک : Metalled road, ടാറിട്ടപാത

پلا بڑھا : Grown up, വളർന്നു

پہاڑی گھاٹی : Valley, മലയിടുക്ക്

پہیہ : Wheel

پھاٹک : Gate

پھاوڑا : Mattock, കൈക്കോട്ട്

پھریرا : جھنڈا، Flag,

پھیرا : گردش

پیتل : Brass, പിത്തള

پیدل : On foot, കാൽനട

پیس دینا : to grind അരക്കുക

تان تان کر : کھینچ کر

تانتا بانتا : قطار، Row

تجربات : Experiences,

تڑپانا : To worry, ആകുലപ്പെടുത്തുക

تشکیل : Formation, രൂപീകരണം

تقاضا : Demand

تنگ نظری : Narrowness, സങ്കുചിതത്വം

تہہ : Underground

ٹالنا : دیری کرنا، വൈകിക്കുക

ٹپکنا : ഉറ്റിവീഴുക

ٹٹولنا : پرکھنا، آزمانا، to inspect,

ٹوک : روک

ٹھاننا : پکّا ارادہ کرنا ദൃഢനിശ്ചയം, Resolve

ٹیلہ : Hillock, കുന്ന്

جاگیر : Property, സ്വത്ത്

جان پہچاننے والے : Familiar, പരിചിതർ

جتانا : ذکر کرنا, Inform

جنبش : Movement

جھانکنا : to peep, എത്തിനോക്കുക

جھری : Wrinkle, ചുളിവ്

جھکنا : കുനിയുക

جھوٹا کھانا : Waste Food, എച്ചിൽ

جیٹھ : شوہر کا بڑا بھائی

چپراسی : Peon

چکھنا : to taste, രുചിക്കുക

چوڑی : Bangle, വള

چونک اُٹھنا : ഞെട്ടി ഉണരുക

چھان مارنا : تلاش کرنا، to search,

چھانا : پھیلنا

چھاؤں : سایہ، Shadow

چھلہا : കാൽവിരൽ മോതിരം

چھین لینا : to snatch, തട്ടിപ്പറിക്കുക

چیخنا : چلاّنا

حسب ونسب : Lineage, താവഴി

حقیقت پسند : Realist, യാഥാർത്ഥ്യവാദി

حوصلہ : ہمّت

حیاتیاتی نظام : Eco system

خالص : Genuine, സംശുദ്ധമായ

خستہ : زخمی، Wounded, Broken, മുറിവേറ്റ

خواہ مخواہ : بے سبب With out Reason

خواہش : آرزو، Desire,

خودغرضی : Selfishness, സ്വാർത്ഥത

خوش آمدید : Welcome

داروغہ : دربان ، محافظ

دبا دینا : To Press, അമർത്തുക

دربان : محافظ Watchman,

در : دروازہ، Door, കവാടം

دستاویز : Agreement

دسترخوان : Dining Table,

دفاعی : Defence

دورہ کرنا : ചുറ്റിക്കറങ്ങുക

دہرانا : to repeat, ആവർത്തിക്കുക

دہقان : کاشت کار، Farmer,

دہقان : Farmer

دھرا : Treasure, നിധി

دھکّا سا لگنا : تکلیف ہونا

دھن کے پکّے : ദൃഢചിത്തൻ

دیکھ بال : Looking after, പരിചരണം

دیور : شوہر کا چھوٹا بھائی

ڈبڈبانا : തുളുമ്പുക

ڈھیر : انبار، Heep, കൂമ്പാരം

ڈھیلا ڈھالا : کھلا ہوا کرتا

ڈیرا جمع دینا : തമ്പടിക്കുക

ذات : Base, അടിത്തറ

ذرّہ : Particle, മൺതരി

ذلّت : അപമാനം

ذمہ داری : Responsibility

رابطہ : تعلق، Connection, ബന്ധം

رچی بسی : Abided, ഒട്ടിപ്പിടിച്ച

رحلت پانا : مر جانا

رشوت : Bribe, കൈക്കൂലി

رونق : Florish, ശോഭ

رہ گزر : Way, വഴി

ریت : Sand, മണൽ

To turn away from, മുഖം തിരിക്കുക: رُخ بدلنا

ڈر : رُعب

പ്രയാസം : زحمت

കുങ്കുമം : زعفران

കരസേന : زمینی فوج

തുരുമ്പ് : زنگ

ഏണി : زینہ

Breath, ശ്വാസം : سانس

Autumn, ശ്രാവണ മാസം : ساون کا مہینہ

ബാധ്യത ഒഴിയുക: سبکدوش ہونا

To trouble, ഉപദ്രവിക്കുക : ستانا

سزا سہنا : سزا بھگتنا

Coin, നാണയം : سکّہ

Systematic, ചിട്ടയോടെ : سلیقے سے

Stone and brick, اینٹ پتھر، : سنگ وخشت

കല്ലും ഇഷ്ടികയും

interest : سود:

سامان : سودا

Interest പലിശ : سود

പഴുത്, ദ്വാരം, Hole : سوراخ

Sweet S : سوندھا

Dew drop, മഞ്ഞുതുള്ളി : شبنم

Ray, കിരണം، کرن : شعاع

Flame, ജ്വാല : شعلہ

Small glass, : شیشی

കേന്ദ്ര ഭരണം : صدارتی حکومت

സംസ്ഥാന ഭരണം : صوبائی حکومت

ശബ്ദ മലിനീകരണം : صوتی آلودگی

Conscience, മനസ്സാക്ഷി : ضمیر

Category, വിഭാഗം : طبقہ

Nature, പ്രകൃതം : طبیعت

Partiuality, വിഭാഗീയത : طرف داری

Taunt, കുറ്റപ്പെടുത്തുക : طعنہ دینا

Long, لمبا، : طویل

Grete, بہت اونچے، : عالی شان

Beloved, പ്രിയങ്കരം : عزیز

Faith, بھروسہ، : عقیدت

Fraudulant, ചതിയൻ، دغاباز : غدّار

Grain, ധാന്യം، دانہ، اناج : غلّہ

Others, دوسرے لوگ، : غیر

بھولنا : فراموش کرنا

Atmosphere, അന്തരീക്ഷം : فضا

Waste, പാഴ് വസ്തുക്കൾ : فضولات

കലാകാരൻ : فنکار

فنّی نمائش: Art exhibition, കലാ പ്രദർശനം

فیاضی : سخاوت، دریادلی

قیام و طعام: Food and accommodation,

کامل : Accompleted, പരിപൂർണ്ണൻ

کتب بینی: Book reading, പുസ്തക വായന

کچلنا : To crush, ചവിട്ടിമെതിക്കുക

کراہنا : ഞെരങ്ങുക

کردار : Charactor, കഥാപാത്രം

کڑوا : കൈപ്പുള്ള

کڑی دھوپ: കൊടും വെയിൽ

کشتی : ناؤ، Boat,

کفایت شعاری: کم خرچی، മിതവ്യയം

کمر : Hip, അരക്കെട്ട്

کندھا : Shoulder, ചുമല്

کورا کاغذ: വെള്ള പേപ്പർ

کوڑا کرکٹ: Waste, ചപ്പുചവറ്

کہرا : Mist , fog, മൂടൽമഞ്ഞ്

کھلا بازار: പൊതു മാർക്കറ്റ്

کھلیانی : Lease പാട്ടം

کھنڈر : Ruins of a village, കെട്ടിടാവശിഷ്ടം

کھودنا : Dig, കുഴിക്കുക

کھونسا تاننا: മുഷ്ടിചുരുട്ടുക

کھیر : പായസം

کیفیت : حالت، Circumstances,

گراں بن جانا : بوجھ بن جانا

گریز : Bottom of pants,

گلامی : غلامی

گلّی ڈنڈا: Tip-catch, കുട്ടിയും കോലും

گم ہونا : محو ہونا

گندگی : Dirt, ദുർഗന്ധം

گوبر : Cow-dung, ചാണകം

گوڑنا : To Dig, കിളക്കുക

گھروندہ : Toy house, കളിവീട്

گھیر لینا: Surround, വലയം ചെയ്യുക

لاپروائی : Negligence, അശ്രദ്ധ

لادنا : To load,

لالچ : Greedy, അത്യാഗ്രഹം

لدا ہوا : Loaded, തൂങ്ങിക്കിടക്കുന്ന

لقمہ : نوالہ

لمبے ڈیل ڈول: നീണ്ടആകൃതിയുള്ള

لوٹا دینا : To returnതിരിച്ചു തരിക

لہلہانا : Florish, ചാഞ്ചാടുക

مابدولت: a word of respect

مابین : بیچ میں، Between,

ماتحت : زیرِ نگرانی، കീഴിൽ

ماندا کرنا: Fatigueതളർത്തുക

متوازن : Parellel, സന്തുലിതം

مٹی کا کچّا راستہ: Unmetaled way, ചെമ്മൺ പാത

مخاطب کرنا: To address,

مذمت : ذلّت

مزاحیہ انداز: Humorous, നർമ്മ ശൈലി

مسیحا : Jesus, യേശുദേവൻ

مشقت : Difficulty, تکلیف،

مضبوط : Firm, Strong, استوار،

معصوم : Innocent, നിഷ്കളങ്കൻ

معمول : Custom,Habit പതിവ്

مقصد : Purpose, ഉദ്ദേശ്യം

ملاحظہ کرنا: Hear, ശ്രവിക്കുക

منڈلانا : Hover, വട്ടമിട്ടു പറക്കുക

منزل : Destination, ലക്ഷ്യം

منعم : نعمت بانٹنے والا

منہا کرنا : منع کرنا

مویشی : Cattle, جانور،

مہربان : Gracious, ദയാലു

مینڈ : Boundary, വരമ്പ്

میوہ : Fruit

نازک : Critical,

ناغہ : دیری کرنا، To be Late,

نان : روٹی, Loaf of bread,

نجات : رہائی، മോചനം, Freedom,

نرم : Soft, സൗമ്യം

نظر سے گرانا: Disgrace, അവമതിപ്പ്

نقشِ قدم: Foot prints, കാൽപ്പാടുകൾ

نقصان : Loss,നഷ്ടം

نگین : Gem, Jewel, സ്ഫടിക ചില്ല്

نوبت : Condition, Situation

نئی پیڑھی: New generation,പുതു തലമുറ

نہ پیٹ میں آنت نہ منہ میں دانت : نہایت کمزور

نہار منہ : വെറും വയറ്റിൽ

وجوہات : Reasons, കാരണങ്ങൾ

ورزش : Abstinence, വ്യായാമം

وضع : حلیہ ، ആകാരം, Style,

وہم : Imagination, തോന്നൽ

ویران : خالی

ہٹانا : Push back, മാറ്റുക

ہجوم : جھنڈ، ജനക്കൂട്ടം, Crowd,

ہچکچانا : to hesitate

ہڈیوں کا ڈھانچہ: Skelton, അസ്തികൂടം

ہضم : دھوکا دینا

روٹی نامہ

روٹی جب آئی پیٹ میں سو قند گھل گئے
گلزار پھولے آنکھوں میں اور عیش تل گئے
دو تر نوالے پیٹ میں جب آ کے ڈھل گئے
چودہ طبق کے جتنے تھے سب بھید کھل گئے
یہ کشف یہ کمال دکھاتی ہیں روٹیاں

کپڑے کسی کے لال ہیں روٹی کے واسطے
لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے
باندھے کوئی رومال ہیں روٹی کے واسطے
سب کشف اور کمال ہیں روٹی کے واسطے
جتنے ہیں روپ سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

پوچھا کسی نے یہ کسی کامل فقیر سے
یہ مہر و ماہ حق نے بنائے ہیں کاہے کے
وہ سن کے بولا بابا خدا تجھ کو خیر دے
ہم تو نہ چاند سمجھیں نہ سورج ہیں جانتے
بابا ہمیں تو یہ نظر آتی ہیں روٹیاں

نظیر اکبر آبادی

نعت

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے　　کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے
مجھے ایسی جنّت نہیں چاہیے　　جہاں سے مدینہ دکھائی نہ دے
میں اشکوں سے نامِ محمدؐ لکھوں　　قلم چھین لے روشنائی نہ دے
غلامی کو برکت سمجھنے لگیں　　اسیروں کو ایسی رہائی نہ دے

خدا ایسے احساس کا نام ہے
رہے سامنے اور دکھائی نہ دے

بشیر بدؔر

رباعی

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زبان پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

میر انیسؔ